ایمانِ والدین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایک موقف پر تحقیق و تجزیہ

إِعْجَازُ الْوَلِيِّ فِي الرَّدِّ بِأَنَّ الْقَارِيَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ فِي مَسْئَلَةِ أَبَوَيِ النَّبِيِّ

ایمانِ والدین اور رجوعِ قاری

(تین سو سالہ غلط فہمی اور سرقہ بازی کا تنقیدی جائزہ)

تالیف

ڈاکٹر مفتی اعجاز بشیر حفظہ اللہ

ورلڈ ویو پبلشرز

ایمانِ والدین نبی ﷺ کے بارے میں ایک موقف پر تحقیق و تجزیہ

إِعْجَازُ الْوَلِيِّ فِي الرَّدِّ بِأَنَّ الْقَارِيَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ فِي مَسْئَلَةِ أَبَوَيِّ النَّبِيِّ ﷺ

ایمانِ والدین اور رُجوعِ قاری

(تین سو سالہ غلط فہمی اور سرقہ بازی کا تنقیدی جائزہ)

تالیف

ڈاکٹر مفتی اعجاز بشیر

دار البیان

طباعتی تفصیلات

عربی نام	:	إِعْجَازُ الْوَلِيِّ فِي الرَّدِّ بِأَنَّ الْقَارِيَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهِ فِي مَسْئَلَةِ أَبَوَيِّ النَّبِيِّ ﷺ
اُردو نام	:	ایمانِ والدین اور رُجوعِ قاری
تالیف	:	ڈاکٹر مفتی اعجاز بشیر
طبع اوّل	:	ذوالحجہ:1446ھ / جون:2025ء
مقامِ طبع	:	کراچی، صوبہ سندھ، اسلامی جمہوریہ پاکستان
صفحات	:	96
تعداد	:	500
قیمت	:	300

ناشر

دار البیان

کراچی، پاکستان

(برائے رابطہ:+92-321-2166548)

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
01	شرف انتساب	07
02	ہدیہ محبت	08
03	پیش گفتار	09
04	منہج تحقیق	14
05	آغازِ کتاب	16
06	ایمان والدین نبی ﷺ اور مُلّا علی قاری کا موقف (تین سو سالہ غلط فہمی اور سرقہ بازی کا تنقیدی جائزہ)	17
07	شیخ ملا علی قاری کا اجمالی تعارف	17
08	موضوعِ مقالہ کی اہمیت واَہداف	18
09	شیخ قاری کے رُجوع کا موقف رکھنے والے بعض اہل علم	20
10	شیخ محمد بن عمر بالی زادہ حنفی (متوفی بعد سنۃ:1285ھ، قریباً)	21
11	شیخ بالی زادہ کی عبارت کا تجزیہ	23
12	شیخ ابوالمحاسن محمد قاوقجی طرابلسی (متوفی:1305ھ)	26
13	قاوقجی کا موقف سمجھنے میں شیخ خیر الخطیب کی خطا	27
14	شیخ حسن الزماں حیدرآبادی (متوفی:1920ء)	28
15	الاستاذ الدکتور محمد بن علوی مالکی (متوفی:1425ھ/2004ء)	30
16	رُجوع پر دیگر اہل علم کے اقوال کا اجمالی جائزہ	34
17	متاخرین علمائے اُمت اور ایمانِ والدین کے مباحث	39

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
18	"شرح الشفاء" کی مستدلّہ اور محرّفہ عبارات کا قضیہ	41
19	مخطوطہ "شرح الشفاء" اور عدمِ ایمان کی عبارات	44
20	"شرح الشفاء" کی وہ تین عبارات؛ جو سرقہ بازوں کے ہاتھ نہ آئیں	49
21	سولہ (16) مخطوطاتِ شرح الشفاء میں نسخۂ قاری کے موافق غیر محرّفہ عبارات	52
22	"شرح الشفاء" کے مطبوعہ نسخوں میں نسخۂ قاری کے موافق عبارات	56
23	"شرح الشفاء" کے کسی ایک بھی مخطوطے میں رُجوع والی عبارت نہیں	57
24	"شرح الشفاء" کے مطبوعہ نسخوں میں تحریف شدہ عبارات کی نشاندہی	57
25	قائلینِ رُجوع کے استدلالی پہلوؤں کا تجزیہ	59
26	**(۱)** "شرح الشفاء" کا آخری تالیفات میں سے ہونے کے سبب ماقبل تحریر کے لیے ناسخ ہونا	60
27	"شرح الشفاء" سے نقد	62
28	"شرح مسند ابی حنیفہ" سے نقد	64
29	"الاسرار المرفوعہ" سے نقد	66
30	"شم العوارض" سے نقد	67
31	"المقدمۃ السالمۃ" سے نقد	69
32	**(۲)** شیخ سیوطی کی ایمانِ والدین والی کتب کی جانب مراجعت کی ترغیب	71
33	معاصر عرب محقق: الشیخ مشہور حسن کی خطا	74
34	**(۳)** جمہور متاخرین کے اثباتِ ایمان والے موقف کی تصحیح	76
35	خواب سے تمسک میں خطائے فاحش اور دُرست شخصیت کی تعیین	79
36	علامہ پرہاروی پر نقد	80

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
37	خواب بذات خود باعثِ اضطراب	83
38	مخدوم ہاشم ٹھٹھوی پر نقد	84
39	شیخ برزنجی پر نقد	85
40	اجتہادی مسائل پر مصائب وآلام اور سزائیں؟	87
41	خلاصہ تحقیق	90
42	سفارشات	93
43	**فہرس مصادر ومراجع** (*Bibliography*)	94

شرفِ انتساب (Dedication)

تاجدارِ کائنات، خاتم الانبیاء والمرسلین
فخرِ اوّلین و آخرین، میرے شافع اور حبیبِ کریم

محمد رسول اللہ ﷺ

نیز آپ ﷺ کے ابوین کریمین

آفتابِ بنی ہاشم: **سیّدنا عبداللہ بن عبدالمطلب** رضی اللہ عنہ

اور

قمرِ بنی زُہرہ: **سیّدتنا آمنہ بنت وہب** رضی اللہ عنہا

کی بارگاہ میں

اعجاز
Cell: +92-321-2166548

ہدیہ محبت

راقم الحروف اس تحقیقی مقالہ کو اپنے مشفق و مہربان والدین گرامی محترم **بشیر احمد بن محمد شفیع** رحمۃ اللہ علیہ اور محترمہ **شفیعہ بانو بنت محمد عظیم** حفظہا اللہ کی جانب منسوب کرتے ہوئے قلبی مسرت محسوس کر رہا ہے، کیونکہ انہی کی شبانہ روز دُعاؤں، ایثار اور قربانیوں کی بدولت رمقِ حیات کی تابانیاں نصیب اور معرفت علوم و قرطاس کی نعمتیں میسّر ہیں، نیز اُن کے احسانات کے بدلے میرے پاس فقط قرآن مجید کا یہ فرمان بصورتِ دُعاء موجود:

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا . [سورہ بنی اسرائیل ۱۷:(۲۴)]

"اے میرے ربّ! اُن دونوں پر رحم فرما، جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا"۔

اعجاز غفرلہ

پیش گفتار

سیّدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے والدین یعنی: **"سیّدنا عبد اللہ بن عبد المطلب ہاشمی اور سیّدتنا آمنہ بنت وہب زُہریہ"** کے مسئلہ ایمان کے بارے میں علمائے اُمت کے مابین علمی اختلاف رہا، اوراس بارے میں نصوص وروایات کے تناظر میں ہر ایک نے اپنا موقف پیش کیا، بایں وجہ بعض علماء کے نزدیک ایمان ثابت نہیں، جبکہ بیشتر کے مطابق ثابت ہے۔ متقدمین علماء کے یہاں ہمیں اس مسئلہ پر زیادہ بحث نہیں ملتی، کہ انھوں نے کسی روایت کی شرح یا جُزوی طور پر اسے بیان کرنے پر اکتفا کیا، تاہم علمائے متاخرین کے یہاں بالخصوص نویں صدی سے اس پر شرح وبسط کے ساتھ تفصیلات دیکھنے کو ملتی ہے، نیز اسی دورانیہ میں عدمِ ایمان کے قائلین نے بھی اپنے موقف پر قدرے وسعت کے ساتھ بحث کی ہے۔

الغرض ہمارے نزدیک نہ صرف علمی دلائل وشواہد کے مطابق "ایمانِ ثابت" ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہِ خداوندی میں عظیم محبوبیت، شانِ رحمت اور برکاتِ معجزات کے تناظر میں بھی یہی بات محقق وشایاں ہے البتہ چونکہ میدانِ تحقیق میں دونوں طرح کے موقف موجود، نیز علمائے اُمت میں دونوں ہی کے حامی بھی پائے جاتے ہیں، لہٰذا ایسے معاملے سے اَب صرف نظر کرنا ممکن نہیں، اسی لیے مسئلہ ہذا سے جڑے ہوئے اس معاملے کا تحقیق وتجزیہ ناگزیر تھا، وگرنہ ہمیں قطعًا "عدمِ ایمان" کی بات بھی اُن نفوس قدسیہ کے تذکرے میں بیان کرنا گوارا نہیں، چہ جائے کہ ایسے موضوع پر نوبت کسی علمی بحث تک پہنچے۔

تاہم ہمارے زمانے میں علماء کے یہاں بھی اَب علمی روش اور سنجیدہ گفتگو کمیاب ہوتی جارہی ہے، پھر عوام الناس کی تو بات ہی کیا ہو، اَب تو ہر کس وناکس ایسے حساس مسائل پر بھی بیباکی کے ساتھ گفتگو سے بڑھ کر بحث کرنے تک جا پہنچے ہیں، حالانکہ اگر اُن سے رٹے رٹائے

جملوں کے علاوہ کوئی سوال کر لیا جائے، یا اتنا ہی پوچھ لیا جائے کہ جناب! کیا آپ نے غلطی سے بھی وہ اصل کتاب دیکھی؟ تو جواب ملتا ہے کہ فلاں (مثلاً: سوشل میڈیا کے خود ساختہ مفتی / محقق / یوٹیوبر) کی ویڈیو میں سُنا تھا، یا پھر کوئی اس سے بڑی جراءت کرے، تو کہے گا: فلاں ویب سائٹ یا سوفٹ ویئر میں دیکھا، وبس!

جب علمی انحطاط کی کیفیت یہاں تک پہنچ جائے، تو ایسے میں کسی حساس نوعیت کے مسئلے پر کوئی تحقیقی نقطۂ نظر پیش کرنا، اہل علم کے لیے بھی آسان نہیں رہتا کہ اُنھیں بھی حالات کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے کئی بار سوچنا پڑتا ہے، چنانچہ یہی صورت حال ہمیں بھی لاحق تھی، کہ مسئلہ والدین میں "عدم ایمان" پر مُصر رہنے والے شیخ قاری کے موقف پر کیسے تحقیق و تجزیہ پیش کیا جائے، جبکہ عام طور پر علماء کے یہاں اُن کے "رُجوع" کا موقف خاصا معروف ہو چکا، اگرچہ وہ افسانہ سہی، لیکن اُن کے مزاج سے مطابقت اور جذباتیت سے ہم آہنگ ہے، تو ایسے میں خلافِ مزاج تحقیق کا آنا، قدرے مشکل صورت حال پیدا کرے گا، لیکن فقط احقاقِ حق اور علمی سرقہ بازی کو بے نقاب کر کے صورت حال واضح کرنے کے لیے ہم نے اس مشکل سمت کا انتخاب کیا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ کئی بَرس پہلے جب مقالہ زیر تالیف تھا، تو ہم ایک جگہ اس کا مسوّدہ پروف ریڈنگ کی غرض سے لیے بیٹھے تھے، اسی اثناء میں ایک مؤقر عالم دین نے اُسے ملاحظہ کر لیا، تو سخت لب ولہجہ میں اکابرین کے رُجوعِ قاری والے موقف پر گفتگو کرنے لگے، حتی کہ اشاعت کی صورت میں سخت ردّ عمل کی نوید سنا گئے، تاہم جب ہم نے رسمی باتوں کا علمی جواب دینے کے بعد اُن سے "رُجوع قاری" پر فقط ایک مضبوط علمی دلیل بیان کرنے کا عرض کرتے ہوئے کہا: آپ ایک دلیل دیجئے، ہم اشاعت تو دَر کنار، اپنا مقالہ ہی ضائع کر دیں گے، کہ ہمیں ہزار مرتبہ اپنے مقالہ کی اشاعت سے جو خوشی ہونی ہے، اُس کے مقابلے میں لاکھوں درجہ اِس بات سے قلبی سکون میسّر آئے گا کہ شیخ قاری نے اپنی

زندگی میں ہی ایسے سخت موقف سے رجوع کر لیا ہو۔ بہر کیف جواب میں محترم نے وہی رسمی کلام کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے اکابر نے لکھا، تو کیا انھیں نہیں پتا تھا، یا آپ اُن سے بڑے عالم و محقق ہو گئے، وقس علی ہذا۔

مخالفین کو اس بارے میں پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ اس معاملے کا تعلق نبی کریم ﷺ کی ذات سے وابستہ ہے، چنانچہ عہدِ مدنی میں جب ابو جہل کی بیٹی مسلمان ہوئی، تو کچھ لوگوں نے ابو جہل کے پس منظر میں ایسی باتیں کہیں؛ جس سے بیٹی کو تکلیف پہنچی، تو نبی کریم ﷺ نے اس طرزِ فکر کو بھی پسند نہ فرمایا اور اس کا سدّباب کیا، تو پھر والدین کریمین کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے، چنانچہ اُن کے بارے میں علمی تقاضوں سے بالاتر کسی عامیانہ بحث و ناشائستہ گفتگو کی اجازت کیونکر جائز ٹھہرے گی؟ لہٰذا اِس مسئلہ کو اوّل تو عوام الناس میں زیرِ بحث لانے کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ ہمارے نزدیک تو اس پر علماء کو بھی عام محافل و مجالس میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے، تاکہ ناقص اذہان میں کسی بھی قسم کی تشویش یا سوئے ظن پیدا نہ ہو، نیز اگر محققین علماء کو حدیث و اقوال کی وضاحت میں اپنے کسی موقف کو بیان کرنے کی ضرورت پیش آئے، تو راہِ اعتدال والے لہجے اور ایسے الفاظ کے ذریعے بیان کیا جائے، جس سے بے ادبی کو راہ نہ ملے اور معاملہ بھی بیان ہو جائے۔

بہر کیف متاخرین علماء میں امام جلال الدین سیوطی (متوفی:911ھ) نے اثباتِ ایمان پر مفصّل دلائل کے ذریعے متعدد تالیفات پیش کیں، اور انہی کے زمانے میں اس مسئلہ کے مقابل عدمِ ایمان پر مستقل تالیف اور تردیدی گفتگو نے بھی زور پکڑا، جس کی کچھ تفصیل ہمارے ایم-فل کے مقالے **"سیرت نبوی اور تالیفاتِ سیوطی"** میں بھی بیان ہوئی، لیکن ہماری تحقیق کے مطابق اس پر زیادہ بحث شیخ ملا علی قاری (متوفی:1014ھ) نے سیوطی کی وفات کے ایک صدی بعد چھیڑی، اور پھر مستقل تالیف "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ الاعظم" کے علاوہ اپنی دیگر کتب میں بھی

جابجا عدمِ ایمان پر کلام لکھا، جس کی وجہ سے عدمِ ایمان کے قائلین کو مزید بحث کرنے کا مواد یکجا میسّر آ گیا۔ یہ الگ بات ہے کہ شیخ قاری کے پیش کردہ دلائل میں ایسی کوئی مدلل شہادت موجود نہیں، جس سے مسئلہ مؤید ہوتا، تاہم قیل و قال کی راہیں ہموار ہوتی گئیں، چنانچہ جس طرح سیوطی کے زمانے میں ایک جانب اثبات پر گفتگو ہوئی، تو دوسری جانب شیخ شمس الدین محمد سخاوی (متوفی:902ھ) وغیرہ نے عدم پر کلام کیا۔ اسی طرح جب شیخ قاری (متوفی:1014ھ) نے عدم پر گفتگو کی، تو انہی کے تلمیذ شیخ عبد القادر طبری (1033ھ) نے اثبات پر کلام کرتے ہوئے اپنے ہی شیخ کا ردّ بھی کیا۔

زیرِ بحث مقالے میں ہم نے اُس غلط فہمی کی مبادیات کے تجزیہ کی کوشش کی، جو اہل علم کے درمیان گزشتہ کم و بیش تین سو سال سے رائج ہے کہ:

> شیخ قاری نے اگرچہ ابتدائی طور پر عدمِ ایمان پر گفتگو کی اور یہی اُن کا موقف تھا، لیکن مآلِ آخر انھوں نے اپنی وفات کے آخری سالوں میں "عدمِ ایمان" کے بجائے "اثباتِ ایمان" کا موقف اپنا لیا تھا اور یہ بات اُنھوں نے اپنی تالیف "شرح الشفاء" کے دو مقامات پر بیان بھی کر دی۔

پس یہی وہ اَمر ہے جس کی بنیاد پر اہل علم میں سے بعض نے بیان کیا کہ جب شیخ قاری نے رجوع کر لیا، تو اُن کی سابق "عدمِ ایمان" کی بحث کالعدم ہو جاتی ہے، لیکن جب ہم نے اس کا تنقیدی جائزہ لیا، تو معلوم ہوا کہ محرّفین نے اس معاملے میں ہوشیاری سے مطبوعہ "شرح الشفاء" میں اُن دونوں مقامات کی عبارتوں کو اپنی مرضی کے مطابق بدل ڈالا، لہٰذا ہم نے اس پر تحقیق کرتے ہوئے اپنی بساط کے مطابق علمی دلائل و شواہد پیش کر دیے ہیں، جس سے اَب واضح ہے کہ قاری نے اپنی زندگی میں معلوم شواہد کے مطابق کسی بھی لمحے "عدمِ ایمان" والے موقف سے رجوع نہیں کیا تھا، لہٰذا علماء میں سے جو افراد ہنوز اس غلط فہمی کا شکار ہو کر اَب تک "رجوعِ

قاری" کے بیانیہ کو تشہیر دے رہے ہیں، وہ علمی و تحقیقی لحاظ سے دُرست نہیں، بایں وجہ معلوم ہو جانے کے بعد تو اس کے فروغ سے گریز کرنا چاہیے۔

نیز علمی واخلاقی بلکہ شرعی تقاضوں کے مطابق بھی طرزِ فکر یہ ہونی چاہیے کہ جس کا جو حقیقی موقف ہو، اُسے دیانت داری کے ساتھ پیش کیا جائے، اُس کے بعد اپنے علمی دلائل کے ساتھ اُس پر نقد و تجزیہ کر کے کمزور پہلوؤں کو واضح کر دیا جائے، پھر جس کی مرضی ہو، وہ قبول کر لے، یہ نہ ہو کہ اپنی پسند کے مطابق کسی فرضی موقف کو تراشا جائے، عبارات بنائی جائیں، اور پھر کسی کے سَر لگا دی جائیں، جیسا کہ اس معاملے میں واقع ہوا۔

الغرض ہم نے اپنی دسترس کے مطابق اس کام پر کئی سال صرف کیے ہیں، ابتدائی طور پر غالباً 2018ء کے زمانے میں اس پر کچھ کام ہوا، جو کہ مختصر ضخامت کا مقالہ تھا، تاہم تحقیقی جرائد میں کئی سال کوشش کے بعد 2022ء میں اشاعت عمل میں آنے لگی، تو سابق کام پر کچھ نظر ثانی کر دی گئی، لیکن اہل علم کا تقاضا تھا کہ اُسے الگ سے بھی شائع کیا جائے، تو اس وجہ سے اَب 2025ء میں ہم نے اس کے مواد پر کئی گنا اضافہ کر دیا ہے، مخطوطات و مطبوعات کے حوالہ جات، دلائل پر نظر ثانی، مواد کی تنقیح و تجریح سمیت بہت سے اُمور مزید شامل کر دیے ہیں، نیز کچھ باتوں کو جدید شواہد میسّر آجانے کی وجہ سے حذف بھی کیا گیا، مثلاً: شیخ قاری کے ردّ میں علماء نے شیخ حسن بن علی عجیمی مکی (متوفی: 1113ھ) کی کتاب "منحۃ الباری فی اصلاح زلۃ القاری" کا تذکرہ کیا تھا، اُس وقت تک ہمیں علماء کا بیانیہ ہی معلوم تھا، یہ رسالہ میسّر نہیں آسکا، تاہم اَب اس کے مخطوط پر اطلاع ہوئی، تو معلوم ہوا کہ یہاں قاری بمعنیٰ قراءت ہے، نہ کہ شیخ قاری، تو اسی وجہ سے ہم نے اسے تردیدی کتب کے ضمن سے حذف کر دیا ہے، پس متعدد بار نظر ثانی کے مراحل سے گزرنے کے بعد یہ نقش پہلے سے زیادہ مفید و جامع اور رُجوعِ قاری کے معاملے میں دلائل کا استیعاب کرنے والا ہو گیا، جو کہ اہل تحقیق کے لیے فائدہ مند ہو گا۔

شیخ قاری ہمارے نزدیک محترم اور اُن کی علمی خدمات نہ صرف مذہب حنفی، بلکہ ملت اسلامیہ کے لیے بیش قیمت سرمایہ ہیں، تاہم اس مسئلہ میں اُن سے خطا ہوئی، لہٰذا ہم نا صرف اُن سے مکمل اختلاف کرتے ہیں، بلکہ علمی دلائل کے ساتھ اُن کی تردید کا بھی حق رکھتے ہیں، پس مقدم و مؤخر کسی بھی اہل علم سے علمی دلائل کے ساتھ اختلاف کیا جانا میدانِ علم و تحقیق کا حسن ہے اور صدیوں سے علمائے اُمت کے درمیان رائج بھی رہا ہے۔

چنانچہ فی زمانہ جو طرزِ فکر ہے کہ ماقبل علماء سے اختلاف کرنے کو گستاخی اور اُن پر علمی نقد و تجزیہ کو بے ادبی قرار دیا جاتا ہے، بلکہ ایسا کرنے والے پر سوقیانہ جملے کسے جاتے ہیں، کہ تم اتنے بڑے ہو گئے کہ اُن جیسے امام کے موقف پر نقد و تجزیہ کرو گے وغیرہ۔ تو واضح رہے کہ ایسی باتیں فقط جذباتیت کا شاخسانہ ہیں، انھیں علم و تحقیق سے علاقہ نہیں، کہ علمی اختلاف کرنا؛ ہرگز کسی امام و عالم کی توہین و تحقیر نہیں، چنانچہ نبی ﷺ کے علاوہ ہر فردِ اُمت سے ادب کے ساتھ اختلاف نہ صرف کیا جا سکتا ہے، بلکہ علمائے اُمت نے کر کے بھی دکھایا ہے، تاہم ان تمام باتوں کے باوجود اس پوری تحقیق سے ہمارا مقصود احقاق و ابلاغِ حق ہے، کسی علمی تفوق یا معاذ اللہ عدمِ ایمان والے مسئلہ کا فروغ ہرگز نہیں، فافہم۔

منہج تحقیق

- ❖ معروضی اُسلوب اختیار کیا گیا، اور بایں وجہ غیر جانبدار ہو کر مواد کو تجزیہ و تحقیق سے گزارنے کے بعد حاصل ہونے والے نتائج کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے۔
- ❖ تحقیق مواد کے لیے حتی الامکان اصل مصادر و مقامات سے تقابل کیا گیا ہے۔
- ❖ بلادِ اسلامیہ کے متعدد مخطوطات کو تقابل و تجزیہ میں شامل کیا گیا ہے۔
- ❖ قدیم و جدید مطبوعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے وسعت معلومات فراہم کی گئی ہیں۔
- ❖ معلوم شواہد کے مطابق اولاً تحریف کرنے والے عناصر کی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

- ❖ شیخ قاری کا تذکرہ معروف ہونے کی وجہ سے فقط چند سطور میں مختصراً بیان کیا گیا ہے۔
- ❖ موقف اور تجزیہ سے مناسبت رکھنے والے بعض علمی اُمور کا اضافہ کیا گیا ہے۔
- ❖ تجزیہ و تنقید میں علمائے اُمت کے مقام و مرتبہ کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔
- ❖ علمائے و محدثین کے ناموں کے ساتھ معروف القاب ولاحقوں سے طوالت کے سبب گریز کرتے ہوئے فقط ضروری نام سے خطاب کیا گیا، مثلاً: شیخ سیوطی، شیخ قاری، جبکہ بوقت ضرورت معروف حصّہ مثلاً: سیوطی، قاری پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔
- ❖ مراجع میں مصادر و مخطوطات کی مکمل معلومات فراہم کر دی گئی ہیں، جبکہ دورانِ تحریر بھی بیشتر اُمور کو امتیاز کی خاطر نقل کر دیا، تاکہ ایک ہی کتاب کے مختلف مخطوطات / طبعات میں التباس واقع نہ ہو۔

آغازِ کتاب

ایمان والدین نبی ﷺ اور مُلّا علی قاری کا موقف

(تین سو سالہ غلط فہمی اور سرقہ بازی کا تنقیدی جائزہ)

Faith of the Prophet's Parents and the view of Mulla Ali Qari

(A Critical Analysis of a Misconception and Intellectual Theft That Lasted for 300 years)

ہمارا یہ مقالہ "انسٹی ٹیوٹ آف عربک اینڈ اسلامک اسٹڈیز" گورنمنٹ کالج، ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ کے تحقیقی جرنل، شش ماہی **"العلم"** کی: جلد 06، شمارہ 02، جولائی–دسمبر، سن: 2022ء میں 24 صفحات پر شائع ہوا، جو اس لنک پر دستیاب ہے[1]، چنانچہ ہم نے اسی کے مواد پر نظر ثانی کرتے ہوئے اَب کئی مفید اضافے کر دیے ہیں، نیز متعدد مخطوطات و حوالہ جات سمیت اہم مباحث کا اضافہ بھی کیا ہے، چنانچہ سابق اشاعت جو کہ ایک متوازی مقالہ کی حیثیت سے محدود صفحات پر مشتمل تھی، اب اُس کے علمی مواد نے تحقیق کے لیے مزید راہیں ہموار کر دی ہیں، بایں وجہ اِس کا مواد سابق شائع شدہ مقالے کی نسبت زیادہ نفع مند ہو گا، لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ علم و تحقیق کے لیے آئندہ اس کے مواد سے استفادہ فرمائیں۔

شیخ ملا علی قاری کا اجمالی تعارف

شیخ علی بن سلطان محمد المعروف ملا علی قاری حنفی کا شمار متاخرین اَحناف کے سرخیل اور کثیر التصانیف علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کی کنیت "ابو الحسن" اور لقب "نور الدین" ہے۔ خُراسان کے علاقے "ہرات" میں پیدا ہوئے، تاریخ پیدائش کے بارے میں حتمی قول بیان نہیں کیا گیا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم آبائی علاقے میں حاصل کی، پھر مکہ مکرمہ جا کر ممتاز شیوخ سے اکتسابِ علم کیا، جن میں شیخ ابو الحسن بکری (متوفی: ۹۵۲ھ)، شیخ ابن حجر مکی ہیتمی (متوفی: ۹۷۴ھ)، شیخ علی متقی

1۔ https://www.alilmjournal-gcwus.com/index.php/al-ilm/article/view/217

(متوفی: ۹۷۵ھ)، شیخ عبد اللہ سندھی (متوفی: ۹۸۴ھ) شامل ہیں، جبکہ تلامذہ میں شیخ عبد القادر طبری حسینی (متوفی: ۱۰۳۳ھ)، مفتی حرم مکی؛ شیخ عبد الرحمن مُرشدی حنفی (متوفی: ۱۰۳۷ھ) اور شیخ محمد ابن فروخ حنفی (متوفی: ۱۰۶۱ھ) وغیرہ معروف ہیں۔ آپ کی تالیفات میں "شرح الفقه الأكبر، جمع الوسائل في شرح الشمائل، شرح المسمّى: المسلك المتقسط في المنسك المتوسط على لباب المسالك، مرقاة المفاتيح، الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، شرح الشفاء للقاضي عياض" وغیرہ شامل ہیں۔ شوال ۱۰۱۴ھ میں وصال ہوا– غیر معتمد اقوال میں: ۱۰۱۰ھ / ۱۰۱۶ھ / ۱۰۴۴ھ ہیں، تاہم اِن میں سے کسی پر اہل علم کا اعتماد نہیں، نیز یہ حقائق کے بھی خلاف ہیں –اور "جنت المعلیٰ" مکہ مکرمہ کے بابرکت قبرستان میں مدفون ہوئے۔[2]

موضوعِ مقالہ کی اہمیت و اَہداف

ایمانِ والدین نبی ﷺ کے اثبات اور عدم اثبات پر صدیوں سے ائمہ نے تفصیلات مرتب کی ہیں، کیونکہ اس بارے میں ذخائرِ سیرت و حدیث میں ایسی صریح نص موجود نہیں، جس میں علی التعیین اُن کے ایمان پر وضاحت میسّر آسکے، اسی لیے علماء نے دیگر احادیث اور نصوص و شواہد سے تمسک و استدلال کرتے ہوئے نتائج پیش کیے؛ جن میں بیشتر نے اثباتِ ایمان، جبکہ بعض نے عدمِ ایمان کا موقف بیان کیا، لیکن بہر دو صورت یہ معاملہ اجتہادی مسائل سے تعلق رکھتا ہے، چنانچہ اس میں علمی قرائن و دلائل کی روشنی میں اختلاف کی گنجائش موجود ہے، تاہم چونکہ دوسری جانب اس کا تعلق براہِ راست ذاتِ نبوی سے بھی ہے، لہٰذا اَدب و احتیاط کی بھی اَز حد ضرورت ہے کہ کہیں ایذائے رسول ﷺ سرزَد نہ ہو جائے۔

2۔ مطرفی، مساعد بن مجیول، شیخ، "ملا علي القاري وآراؤه الإعتقادية في الإلـهيات" (مقالۃ الماجستر، جامعہ اُمّ القریٰ، مکہ مکرمہ، ۲۰۰۲ء / ۱۴۲۳ھ)، باب اوّل: تعارف، ملخصًا۔

عدم ایمان کا موقف اختیار کرنے والی ایسی شخصیات جنھوں نے اسے مستقل تالیفات میں بیان کیا، اُن میں شیخ ملا علی قاری ممتاز ہیں، انھوں نے اپنی مستقل تالیف کے علاوہ بھی دیگر کتب کے کئی مقامات پر عدمِ ایمان کا موقف دلائل و تنقیدات کی روشنی میں واشگاف الفاظ اور صریح کلمات کی صورت بیان کیا اور شاید یہی سبب تھا کہ اِن کے معاصرین و دیگر نے موقف کے انتساب میں یقین اور شیخ قاری کے اپنے موقف پر مُصر رہنے اور اس سے رُجوع نہ کرنے کی بنا پر اُن کی علمی تردید میں بھی کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی، لیکن قریباً بارہویں صدی کے بعد یکایک یہی کا قضیہ یوں پیش کیا جانے لگا کہ شیخ قاری نے عدم ایمان والے موقف سے رُجوع کر لیا تھا، جس کی وجہ سے اُن کا سابق موقف کالعدم ہو جاتا ہے، نیز رُجوعِ قاری پر اصرار کرنے والے علماء کی جانب سے بطورِ دلیل "شرح الشفاء" کے دو اقتباسات بھی پیش کیے گئے، جس میں شیخ قاری نے متاخرین علماء کے اثباتِ ایمان والے موقف کی صحت کو ذکر کیا تھا۔

تاہم اس صورت حال کے لیے جب شیخ قاری کی مجموعی نصوص اور استدلالی شدت کو دیکھا جائے اور دوسری جانب رُجوع کیے جانے کی بات پر نظر کی جائے، تو قولِ ثانی میں فُقدانِ دلائل و شواہد کے پیش نظر معاملہ میں تضاد اور عدم توازن واضح دکھائی دیتا ہے، کیونکہ رجوع کی بابت پیش کیے گئے معدودے دلائل نا صرف علمی و استنادی صلاحیت سے عاری ہیں، بلکہ اُن میں داخلی و خارجی تضادات کے واضح اثرات بھی موجود ہیں، جن کی روشنی میں اُن سے حتمی تمسک کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں رہتا، جبکہ اُن کے عدمِ ایمان والے موقف کے بارے میں وارد نصوص و شواہد نہ صرف مدلل ہیں، بلکہ وہ اثباتِ منطوق میں واضح اور تمسک و تیقن کی بھرپور صلاحیت کے بھی حامل ہیں۔

چنانچہ انہی وجوہات کی بنا پر محقق نے اصل معاملہ تک رسائی کی کوشش کی ہے، تاکہ ایمانِ والدین پر اُن کے موقف میں سے جو پہلو بہ صحت و دلائل ثابت ہو، اُسے اُجاگر کرے اور

اگر اس میں کسی قسم کی سرقہ بازی اور دھوکہ دہی کے عناصر شامل ہو چکے ہوں، تو اُن کی عقدہ کشائی کی جائے، تو اس کے لیے مصادر اور یقینی قرائن کی روشنی میں معلومات مرتب کرنے کی سعی کی گئی، اور تمام کا مقصد گزشتہ تین صدیوں سے اہل علم کے مابین رائج غیر یقینی کیفیت میں علمی طمانیت اور راہ نمائی فراہم کرنا ہے، لہٰذا عین ممکن ہے کہ اس عقدہ کشائی کے سبب بعض اکابرین عرب و عجم کی تحقیقات متاثر ہوں، لیکن میدانِ علم میں اسے جذباتیت کے بجائے علمی و تحقیقی نظر سے دیکھنا مفید ہو گا کہ بنی نوعِ انسانیت میں فخر عصمت حضرات انبیائے کرام کو ہی حاصل ہے اور اُصول یہ ہے جیسا کہ امام مالک نے فرمایا:

كُلُّ أَحَدٍ يُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِهِ وَيُتْرَكُ، إِلَّا صَاحِبَ هَذَا الْقَبْرِ ﷺ.[3]

شیخ قاری کے رُجوع کا موقف رکھنے والے بعض اہل علم

مزید گفتگو سے پہلے اجمالی طور پر یہ جان لینے فائدہ مند ہو گا کہ ایمانِ والدین کے مسئلہ میں کن افراد نے رُجوعِ قاری کے بارے میں موقف یا رُجحان اختیار کیا، تاکہ آئندہ ہونے والی گفتگو اور دلائل سے کماحقّہ استفادہ کیا جا سکے، رُجوع کے بارے میں ذیل میں جن افراد کا تذکرہ کیا جائے گا، اُن میں سے بیشتر کے بارے میں حسن ظن ہے کہ انھوں نے تحقیق سے کام نہ لیا، بلکہ رجوع پر احتمال بھی غنیمت کی بنیاد پر عمل کر گئے، لیکن اُن میں سے کسی نے جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولا، لہٰذا وہ ہماری علمی تنقید و تجزیہ کا ہدف نہیں؛ بلکہ ہماری توجہات اور معروضات کے مخاطب ہوں گے، البتہ جنھوں نے جان بوجھ کر پوری عبارت تیار کر کے متعلق مقام پر لگائی، تو بلاشبہ ایسے لوگ علمی خیانت کے مرتکب ہوئے، اور یہی افراد تنقید کے حقیقی مخاطب ہیں، یہ

3۔ سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، شیخ، "المقاصد الحسنة" (دار الکتب العلمیہ، طبع اوّل، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء)، ص ۳۲۱، رقم ۸۱۵۔

فرق ہم نے اس لیے بیان کیا، تاکہ درج ذیل اہل علم کے بارے میں کوئی سوئے ظن کا مرتکب نہ ہو جائے، کیونکہ علمی تحقیق میں کمزوری وغفلت الگ بات ہے اور بشری تقاضوں کے مطابق یہ ظہور پذیر بھی ہوتی رہتی ہے، لیکن کسی منظّم سازش کے تحت عبارت بدلنا بہر کیف غیر علمی رویّہ اور قابلِ مذمت فعل، جسے اہل علم کے یہاں کسی درجے میں جائز قرار نہیں دیا جاسکتا، فافہم۔

ذیل میں ہم جن اہل علم کی عبارات پیش کر رہے ہیں، وہ بدیہی طور پر ہماری معلومات تک محدود ہیں، نیز یہ بطور نمونہ ہیں، اُن میں استیعاب کا دعویٰ نہیں، بایں وجہ بعد والے محققین اس تعداد میں اپنے مطالعہ کی بنیاد پر اضافہ بھی کر سکتے ہیں۔

شیخ محمد بن عمر بالی زادہ حنفی،[4] (متوفی بعد سنۃ:1285ھ، قریباً)

01۔ انھوں نے "**سُبل السلام في حكم آباء سيّد الأنام ﷺ**" میں تحریر کیا ہے:

الثانية: ذكر العلّامة الجدّ رحمه الله تعالى ونفعنا به في مجموعته معزوًّا للشيخ عليّ القاري في شرح المشكاة للحافظ السيوطيّ أنّه لم ترضعه صلّى الله عليه وسلّم امرأة إلا أسلمت. قال: ومرضعاته أربعٌ، أمّه؛ وقد ورد الحديث بإحيائها حتى آمنت به صلّى الله عليه وسلّم وحليمة وثويبة وأمّ أيمن رضي الله تعالى عنهنّ انتهى. قال العلّامة الجدّ رحمه الله تعالى **يؤخذ من نقل عليّ القاري ايمان أمّه**

4۔ سن:1285ھ تک حیات تھے کہ اسی کتاب کے اختتام پر خود اُن کی طرف سے یہ تاریخ لکھی ہے۔

وإقراره له بالرُّجوع إليه؛ حيث لم يتعقّبه، ولعلّ شرحه للمشكاة متأخّرٌ عن شرحه الفقه الأكبر. انتهى.[5]

یعنی: اِن کے دادا (شیخ محمد آفندی بالی) نے اپنے مجموعہ میں شیخ علی قاری کی شرح مشکوۃ کے حوالے سے سیوطی کا کلام نقل کیا کہ انھوں نے کہا: نبی ﷺ کو جس بھی خاتون نے دودھ پلایا، تو بالآخر وہ مسلمان ہوئی۔ پھر انھوں (سیوطی) نے کہا: دودھ پلانے والی چار خواتین تھیں: آپ ﷺ کی والدہ؛ اور اُن کے بارے میں حدیث میں آیا کہ وہ زندہ ہو کر نبی ﷺ پر ایمان لائی تھیں۔ اور (دیگر خواتین میں) حلیمہ، ثویبہ اور اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہن ہیں۔ **دادا نے کہا:** ملا علی قاری کی اِس نقل سے استدلال کیا گیا کہ انھوں نے ایمانِ والدہ کو تسلیم کرتے ہوئے اِس موقف کی جانب (اپنے سابق عدمِ ایمان والے موقف سے) رجوع کر لیا تھا، اسی لیے تو انھوں نے اس بات پر کوئی نقد نہیں کیا، اور شاید "شرح مشکوۃ" تالیف میں "شرح فقہ اکبر" سے بعد کی ہو گی۔

انھوں نے اپنے جدّ گرامی شیخ محمد آفندی بالی سے یہ موقف نقل کیا، اس میں اُن کی بنیادی دلیل ہے کہ قاری نے "شرح مشکوۃ" میں سیوطی سے دُودھ پلانے والی خواتین کے اسلام لانے اور اسی کے ساتھ حضرت آمنہ کے زندہ ہو کر ایمان لانے کی بات نقل کی، لیکن اُس پر کوئی نقد نہیں کیا، لہٰذا یہ دلیل ہے کہ قاری نے اِس مقام کے لکھنے تک اپنے سابق موقف یعنی: عدمِ ایمان والدین سے رجوع کر لیا تھا۔

5۔ البالی، محمد بن عمر حنفی، شیخ "**سبل السلام في حكم آباء سيد الأنام**"، (المطبعۃ العامرۃ السلطانیۃ، سن: 1287ھ)، اواخر الباب الخامس، ص192۔

اور دوسری بات یہ کہ شاید "شرح مشکوۃ" کا تالیفی زمانہ عدمِ ایمان کا موقف لکھے جانے والی کتاب یعنی "شرح فقہ اکبر" کے بعد کا ہو، تو ایسی صورت میں "شرح مشکوۃ" کی یہ عبارت "شرح فقہ اکبر" کے لیے ناسخ ٹھہرے گی۔

شیخ بالی زادہ کی عبارت کا تجزیہ

اِن کی دونوں باتوں کا جواب یہ ہے کہ "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ"، سن 1008ھ میں مکمل ہوئی، جیسا کہ آئندہ تفصیل آئے گی، تو اس شرح میں اگرچہ "شرح فقہ اکبر" کا تذکرہ نہیں ، لیکن اس سے بعد کی کتب مثلاً: "شرح الشفاء" سن: 1011ھ میں اس کے متعدد حوالے موجود ہیں، چنانچہ بعض مقامات کی مختصر عبارات مع حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

كما حقّقناه في شرح الأربعين ودقّقناه في شرح الفقه الأكبر بتوفيق المعين .(02/ 12). بل فيه تفصيلٌ مقررٌ كما بيّنه في شرح الفقه الأكبر.(02/ 455). وقد أوضحتُ المبحث في شرح الفقه الأكبر. (02/ 491). وكذا من ادعى رؤيته سبحانه وتعالى في الدنيا بعينه كما بيّنتُه في شرح الفقه الأكبر. (02/ 511). وفي هذا المحلّ مباحثٌ ذكرتُها في شرح الفقه الأكبر. (02/ 522). وقد بسطتُ الكلام على هذا المرام في شرح الفقه الأكبر فتأمل وتدبر.(02/ 541).

نیز ہمارے اندازے کے مطابق "شرح فقہ اکبر" کا تالیفی زمانہ شرح مشکوۃ کے بعد یا کم اَز کم اس کے اخیر کا ہے، یعنی: 1008ھ-تا-1010ھ کے دورانیے میں "شرح فقہ اکبر" لکھی گئی، اس کی دلیل یہ ہے کہ ملا علی قاری نے صاحبِ فتاوی سراجیہ یعنی: شیخ سراج الدین اوشی فرغانی (متوفی: 575ھ) کے معروف قصیدے "بدء الامالی" کی شرح لکھی، تو اس کا محرک اور سبب یہی "شرح فقہ اکبر" بنی، چنانچہ وہ خود اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

لَـمّا شرعتُ في شرح الفقه الأكبر للإمام الأعظم والـهُمام الأقدم، كان في نِيَّتِيْ وطَوِيَّتِي أن يكـونَ مختصراً؛ بحيثُ يرتفع به المبتدي ويقنع به المنتهي..إلخ. .[6]

ترجمہ: جب میں نے امام اعظم کی "فقہ اکبر" کی شرح کا آغاز کیا، تو میرا اُسی وقت سے اِرادہ تھا کہ میں اس ("شرح فقہ اکبر" میں بیان کردہ مضمون کا خلاصہ یا پھر "قصیدہ بدء الامالی") کا اختصار (یعنی: مختصر شرح) کروں گا، تاکہ وہ مبتدی کے لیے مفید اور ماہرین کے لیے معتمد ہو (پھر بعد اَزاں وہ اختصار مجھے "قصیدہ بدء الامالی" میں میسّر آگیا، اس لیے اسی کی مختصر شرح کی گئی)۔

اور اس قصیدے کی شرح کی تکمیل "نصف شوال: 1010ھ" کو ہوئی، جیسا کہ اختتام پر لکھا گیا،[7] ۔ چنانچہ یہ بات واضح ہوگئی کہ شرح مشکوۃ پہلے اور شرح فقہ اکبر بعد میں لکھی گئی، اس لیے شیخ بالی زادہ کے یہاں بیان کردہ رجوع کا احتمال مؤثر نہیں رہتا، اور اگر بالفرض اُن کے مطابق "شرح مشکوۃ" تالیف میں مؤخر ہونے کی وجہ سے "شرح فقہ اکبر" کی عبارت کے لیے ناسخ بن جائے گی، تو پھر ہم نے اِن دونوں ہی کے بعد لکھی جانے والی کتاب، بلکہ کتب سے آئندہ کئی عبارات پیش کر دی ہیں، چنانچہ اُن کا کیا کیا جائے! کہ اَب یہ مؤخر کتب "شرح مشکوۃ" سے بھی سالوں بعد ہونے کی وجہ سے تمام ایسی باتوں کی ناسخ ہوں گی!

6۔ ملا علی قاری، شیخ، "**ضوء المعالي لبدء الأمالي**"، (دار اللباب، رسالہ 76)، ص 17۔

7۔ مطبعۃ العالم علی ذمۃ حسن حلمی الکتبی (فی سنۃ 1319ھ، استانبول)، ص 46۔ و مخطوطۃ جامعۃ بلغراد، ورقہ 40۔

الغرض حقیقت یوں، کہ علامہ قاری نے شیخ سیوطی کی نقل اپنے موقف کے طور پر نہیں، بلکہ انہی کے موقف کے طور پر نقل کی، اور ایسا وہ متعدد بار کر چکے، نیز یہ کب لازم تھا کہ شیخ قاری ہر جگہ ہی سیوطی کا موقف نقل کر کے ردّ کرتے رہیں؟

اس کے علاوہ آپ "شرح فقہ اکبر" اور "شرح مشکوۃ" میں تقدیم و تاخیر سے دلیل پکڑ رہے ہیں، حالانکہ شیخ قاری نے عدمِ ایمان پر اپنی مستقل تالیف تو "شرح مشکوۃ" لکھنے سے بھی پہلے تحریر کر رکھی تھی، جیسا کہ "شرح مشکوۃ" کے متعلقہ مقامات نقل ہوں گے، اس کے علاوہ عدم ایمان پر انھوں نے "شرح مشکوۃ" میں بھی لکھا، اور اس کے بعد بھی لکھتے رہے، پس صورت حال ایسی ہے کہ آپ کی بنیادی دلیل بننے والی کتاب "شرح مشکوۃ" کی تصنیف سے پہلے قاری کی "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ" والی کتاب اور "شرح مشکوۃ" کے بعد "شرح الشفاء" سمیت آئندہ بیان کردہ کئی کتب اور پھر اُن کی صریح عبارات ایک طرف ہیں، جبکہ آپ کا تنہا و بغیر دلیل کے نقل کردہ اکلوتا مقام! ایک طرف، تو وہ بعد والی تحریرات کے لیے کیسے اور کیونکر ناسخ بنے گا؟ الغرض شیخ بالی زادہ کی اپنے دادا شیخ محمد آفندی سے نقل کردہ رُجوع کی کسی بات میں علمی پختگی نہیں، اور نہ ہی اس سے رُجوعِ قاری کا موقف کسی طور پر ثابت کیا جا سکتا ہے۔

بہر کیف ایک تو "شرح الشفاء" کی محرّفہ عبارات نے معاملے کو علماء و محققین تک کے لیے اُلجھاڈالا، تو دوسری جانب اِن حضرات نے خود بھی معمولی سے تقابلی جائزے کی ضرورت محسوس نہ کی، اسی لیے رُجوع کی افسانوی بازگشت سنائی دیتی رہتی ہے۔

شیخ ابوالمحاسن محمد قاوقجی طرابلسی (متوفی:1305ھ)

02۔ شیخ اپنی کتاب "اللؤلؤ المرصوع" میں بیان کرتے ہیں:

حديث: **إحياء أبوي النبيّ** ﷺ. موضوعٌ، كما قال ابنُ دحية، **وقوّاه عليٌّ قاري**، والحقّ أنه ضعيفٌ؛ كما قال ابنُ شاهين وابنُ عساكر، وقد صحّ عند علماء الحقيقة...إلخ.[8]

ترجمہ: والدین نبی ﷺ کے زندہ کیے جانے والی حدیث "موضوع" ہے، جیسا کہ ابن دحیہ نے کہا، **اور علی قاری نے بھی اُسے (موقف کو) تقویت دی**، تاہم حق یہ ہے کہ وہ "ضعیف" ہے (موضوع نہیں)، جیسا کہ ابن شاہین اور ابن عساکر نے کہا اور علمائے حقیقت کے یہاں بھی یہی بات دُرست ہے۔

نیز قاوقجی سے مذکورہ بیان نقل کرتے ہوئے "حاشية الباجوري" کے محقق شیخ احمد محمد خیر الخطیب نے یوں لکھا، کہ مطلب ہی بدل گیا:

نقل القاوقجيُّ الطرابلسيُّ في اللؤلؤ المرصوع: **أن القاريّ قد قوّى حديث الإحياء**، وأن الحقّ أنه ضعيفٌ. ولكنّ الإشكال فيما حكاه

8۔ قاوقجی، ابوالمحاسن محمد بن خلیل طرابلسی، شیخ، "**اللُّؤلُؤ المَرصُوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع**"، (دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، طبع اوّل:1415ھ)، ص33-34، رقم19۔

في شرح الفقه الأكبر، فلعلّ تقويته للحديث؛ رجوعٌ عن تلك القالة.[9]

ترجمہ: قاوقجی طرابلسی نے "اللؤلؤ المرصوع" میں نقل کیا **کہ قاری نے "حدیث الاحیاء" کو قوی قرار دیا**، حالانکہ حق یہ کہ وہ ضعیف ہے، البتہ "شرح فقہ اکبر" کی بحث کے پیش نظر (ملا علی قاری کے حدیث الاحیاء کو قوی قرار دینے پر) اشکال ہے، لیکن شاید اُن کا حدیث کی تقویت کرنا، اُس (شرح میں بیان کردہ عدم ایمان والدین والے) موقف سے رُجوع کے سبب سے ہو۔

قاوقجی کا موقف سمجھنے میں شیخ خیر الخطیب کی خطا

الغرض یہاں دو اُمور زیر غور ہیں، **اوّل:** شیخ قاوقجی کا اصل موقف، **ثانی:** محقق شیخ احمد خیر الخطیب کی خطا۔ چنانچہ پہلا معاملہ واضح ہے کہ قاوقجی کے یہاں اُن کی اصل عبارت میں ایسی کوئی بات موجود نہیں، جس میں ملا علی قاری کا اپنے موقف سے رُجوع بیان کیا گیا ہو۔

البتہ دوسرا معاملہ قاوقجی کی عبارت سمجھنے میں خطائے محقق؛ کیونکہ انھوں نے قاوقجی کی عبارت "موضوعٌ، كما قال ابنُ دحية وقوّاه عليٌّ قاري" سے سمجھا کہ امام ابن دِحیہ نے "حدیث احیاء" کو "موضوع" کہا، لیکن ملا علی قاری نے حدیث احیاء کو "قوی" قرار دیا ہے۔

تاہم قاوقجی کی عبارت میں ایسی بات نہیں، یہاں محقق کو عبارت سمجھنے میں خطا ہوئی، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے قاوقجی سے نقل کرتے وقت اصل عبارت "وقوّاه عليٌّ

9۔ احمد محمد خیر الخطیب، شیخ، "**حاشية الباجوري المسمى: تحفة المريد على جوهرة التوحيد**"، (دار تحقیق الکتاب، لبنان، س ن)، ص96، حاشیہ 02۔

قاري" کو "أن القاريّ قد قوّى حديث الإحياء" کے الفاظ سے بدل دیا، حالانکہ دونوں میں فرق ہے، ہمارے نزدیک قاوقجی کی عبارت میں تقویت کا تعلق "حدیث احیاء" کے بجائے "ابن دحی" کے موقف کے ساتھ ہے، جیسا کہ ہم نے اسی سیاق وسباق میں ترجمہ بھی کر دیا ہے، چنانچہ جب واضح ہے کہ قاوقجی نے رُجوعِ قاری پر کچھ بیان نہیں کیا، بلکہ محقق کو سمجھنے میں خطا ہوئی، تو اَب محقق کا اپنی بعد کی عبارت میں "شرح فقہ اکبر" کی بحث کے تناظر میں "وقوّاه عليٌّ قاري" کو اُن کے موقف سے رجوع کی دلیل بنانا بھی باقی نہ رہے گا۔

نیز یہاں تک تو ہم نے فہم محقق اور عبارت کے دُرست مطلب کے تناظر میں گفتگو کی، لیکن اگر بالفرض عبارت کا وہی مطلب مان لیا جائے، جو محقق نے مراد لیا، تو ایسی صورت میں بھی قاوقجی کی عبارت میں رُجوعِ قاری پر کوئی دلیل نہیں، اور اس کی تردید آنے والی بحث سے بآسانی ممکن ہے، لہٰذا بہر دو صورت قاوقجی اور احمد الخطیب کسی کے یہاں رُجوع کا بیانیہ ثابت نہیں، فافہم۔

شیخ حسن الزماں حیدر آبادی (متوفی: 1920ء)

03۔ موصوف "القول المستحسن" میں لکھتے ہیں:

ومن أشنع ما وقع للقاريّ ردُّه ثلاثة رسائل للسيوطيّ في تحقيق إيمان آباء النّبيِّ الكرام عليه وعلى من ينتمي اليه الصّلاة والسّلام اغتراراً؛ بما وقع في رسالة الفقه الأكبر لِرَجُلٍ تكنى: أبا حنيفة من أهل ما وراء النَّهر، خفي ذلك عليه، وليس في الفقه الأكبر للإمام

أبي حنيفة أعاذه الله منه، ويقال: **أنّ القاريَّ تاب عنه آخراً لـمّا احتضر وشاهد الأمر في واقعةٍ له**، والله أعلم.[10]

ترجمہ: اور قاری کی قباحتوں (علمی لغزشوں) میں سے ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کے بارے میں سیوطی کے تین رسائل کا بے پروائی میں ردّ کیا؛ اُس بنیاد پر جو کہ ماوراء النہر کے ابو حنیفہ نامی شخص کی تالیف "فقہ اکبر" میں تھی، تاہم اُن پر (دو ہمنام افراد کی یکساں ناموں والی تالیف ہونے کی) یہ حقیقت پوشیدہ رہی، حالانکہ امام ابو حنیفہ کی "فقہ اکبر" میں ایسا کچھ نہیں[11] ، اللہ تعالیٰ انھیں اس معاملے سے بچائے، نیز یہ بھی کہا گیا کہ قاری نے آخری وقت میں؛ جب ایک واقعہ کے دوران حقیقت حال جانی، تو اپنے اِس (عدم ایمان والے) موقف سے تائب ہو گئے تھے۔

اِن کی گفتگو میں ایسا کوئی علمی ثبوت پیش نہیں کیا گیا، جس کی بنیاد پر رُجوعِ قاری کی بات تسلیم کی جائے، نیز انھوں نے کمزور قول کی صورت میں بغیر کسی ثبوت و حوالے کے محض

10۔ حیدرآبادی، حسن الزماں محمد بن قاسم، علامہ، "**القول المستحسن فی فخر الحسن**" (مطبع عزیز دکن، ہند، سن: 1312ھ)، ص155، وغیرہ۔

11۔ متقدمین کے یہاں تو اس کتاب کے نام تک کا وجود نہیں، چہ جائے کہ کتاب! البتہ متاخرین احناف کے یہاں تو مسلّم ہے کہ یہ امام اعظم ہی کی کتاب ہے، پھر بعض علماء نے متنازع عبارات سے دامن بچانے کی خاطر بغیر کسی علمی دلیل کے اسے "ابو حنیفہ بخاری" معتزلی سے منسوب کر دیا، تاہم "مناقب کردی" میں اس بات کا ردّ ہے، نیز راقم "فقہ اکبر" اور اس میں بالخصوص "عدم ایمان والدین" کی عبارت پر "سو 100" سے زائد مخطوطات اور پچیس 25 شروحات و حواشی اور اُن کے قلمی نسخوں کو سامنے رکھتے ہوئے تفصیل و تحقیق سے کتاب لکھ رہا ہے، اُس میں ایسے تمام افسانے و مغالطے زیر بحث ہوں گے، ان شاء اللہ۔

ایک بات کہی، اب ایک طرف تو شیخ قاری کی مستقل تالیف اور کئی واضح عبارات ہیں، جبکہ دوسری جانب فقط ایک اُڑتی ہوئی خبر، جس کے قائل کے بارے میں بھی کوئی علم نہیں، لہٰذا فقط اس کمزور قول کی بنیاد پر رُجوعِ قاری کیونکر قبول کیا جائے؟ نیز عبارت میں جس واقعہ کے سبب تائب ہونے کا اشارہ کیا گیا، تو غالباً اِس سے مراد وہی چھت سے گرنے والا خواب اور اس کی عملی تعبیر ہے، جسے ہم نے کتاب کے اخیر میں تفصیلاً گفتگو کے بعد علمی و تحقیقی لحاظ سے ردّ کر دیا ہے، پس یوں معلوم ہوتا ہے کہ علامہ حیدر آبادی کو بھی کہیں سے اس خواب کی بازگشت سنائی دی، اس لیے انھوں نے مکمل ذکر کرنے کے بجائے اشارے پر اکتفاء کر لیا۔

الاستاذ الدکتور محمد بن علوی مالکی (متوفی: 1425ھ/2004ء)

04۔ انھوں نے والدین کریمین کے عنوان پر علمائے عرب کے مابین تحریری و تقریری لحاظ سے خاصا کام کیا، چنانچہ "الذخائر المحمدية" میں ایمانِ والدین کے عنوان پر بحث کرتے ہوئے چند مقامات پر شیخ قاری کے رجوع کے بارے میں بھی لکھا، ہم تفصیلی عبارات کے بجائے اُن کے چند ضروری حصّے نقل کر رہے ہیں، جن سے ہمارے زیر بحث مسئلہ میں شیخ کا موقف واضح ہو جائے گا۔

وهذه الرسالة باطلةٌ من أصلها؛ لأنّ صاحبها رجع عما كتبه بتلك الرسالة بما كتبه في شرحه على الشفاء للقاضيّ عياض، وكلامه هذا في موضعين من هذا الشّرح...إلخ.[12]

12۔ مالکی، محمد بن علوی، "**الذخائر المحمدية**" (دار جوامع الکلم، قاہرہ)، ص52-53، و55-57۔ ملخصًا

ترجمہ: اور یہ (ادلۃ معتقد ابی حنیفہ الاعظم) رسالہ اصلاً باطل، کیونکہ اِس میں جو کچھ لکھا، اُس سے رجوع کے بعد مصنّف نے قاضی عیاض کی "الشفاء" کی شرح میں دو مقامات پر (اپنا رُجوع والا موقف) تحریر کیا ہے۔

وبهذا فقد كفانا مؤلف الرسالة نفسها وهو الشيخ ملا عليّ القاريّ مؤنة الردّ عليها برُجوعه إلى الحقّ والصّواب..إلخ.

ترجمہ: پس ہمیں اسی قدر کافی ہے کہ خود مؤلف رسالہ شیخ ملا علی قاری نے حق وصواب کی طرف رُجوع کر کے (اپنے ہی) رسالہ کا رد کر دیا ہے۔

بقى أن يقال: على رجوع مُلّا عليّ قاري عن رسالته، نحن لا ندري أيُّ الأمرين المتأخّر ليكون عليه المعوّل، أهي الرسالة؟ وإذن ملّا عليّ قاريّ يكون قد رجع عن القول بنجاة الوالدين (رضي الله عنهم) أمْ ما قاله في شرح الشفاء؟ وإذن يكون قد رجع عن القول بأنّهما من الكفّار، وصمّم على القول بإيمانهما، وإذ نتكلّم عن هذه النقطة نقول: الأمر ظاهرٌ على تقديرٍ؛ أنّ المتأخر كلامه على الشفاء، أمّا على تقديرٍ أنّ الرسالة هي المتأخّرة، فالأمر يبدو في بادئ النظر صعبًا..إلخ.

ترجمہ: نیز ملا علی قاری کے رجوع کے معاملے پر بھی سوال اُٹھایا جاسکتا ہے کہ ہمیں معلوم نہیں، کہ دونوں میں سے اُن کی آخری رائے کون سی ہے، تاکہ اُس پر اعتماد کیا جائے، اگر بالفرض رسالہ (ادلۃ معتقد ابی حنیفہ) کو آخری مان لیا جائے، تو پھر ملا علی قاری نے نجاتِ والدین (یعنی: ایمانِ والدین) کا جو قول (شرح

الشفاء میں بیان) کیا، اُس سے رجوع کر لیا تھا، یا "شرح الشفاء" والے قول کو آخری مانا جائے، تو پھر والدین کو کافر کہنے والے قول سے رجوع کرتے ہوئے اُن کے ایمان والے قول پر جزم کر لیا تھا، لہٰذا ہم اسی معاملے پر گفتگو کرتے ہیں، ہمارا موقف یہ ہے کہ ملا علی قاری نے جو کچھ "شرح الشفاء" میں لکھا، وہی اُن کی آخری رائے تھی، تو ایسی صورت میں معاملہ واضح ہے، لیکن اگر رسالے (ادلۃ معتقد ابی حنیفہ) کو آخری قول قرار دیا جائے، تو پھر معاملہ دشوار ہے۔۔الخ

شیخ علوی نے اس مقام پر مزید گفتگو کی، تاہم حاصل کلام یہی ہے کہ اُن کے نزدیک ملا علی قاری نے "فقہ اکبر" کے ناقابلِ اعتماد نسخے کی بنیاد پر شرح لکھی، اور اس میں عدم ایمان کی عبارت دیکھ کر رسالہ "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ الاعظم" لکھ گئے[13]، جبکہ "فقہ اکبر" کے صحیح نسخے میں ایسا کچھ نہ تھا۔ نیز رُجوع کے بارے میں شیخ علوی کا واضح موقف ہے کہ "شرح الشفاء" ہی آخری تالیف ہے، اس لیے اُس سے پہلے "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ" میں عدمِ ایمان والی جو بھی بحث تھی؛ وہ "شرح الشفاء" کی دو عبارات کی وجہ سے کالعدم ہو گئی۔

ہمارے نزدیک شیخ محمد علوی مالکی حسنی بزرگ عالم ہو گزرے، تاہم اس مقام پر اُن کی تحقیق انتہائی کمزور اور جذباتی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ انھوں نے اپنی بحث کو ثابت کرنے کے لیے جتنی تاویلات پیش کی ہیں، اُن کا علمی و تحقیقی جواب ہمارے اسی مقالے میں موجود ہے، نیز اُن کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ "شرح الشفاء" ایمان وعدمِ ایمان والے مسئلہ میں جو کچھ بیان

13۔ واضح رہے کہ "فقہ اکبر" کی بنیاد پر رسالہ "ادلۃ معتقد" لکھا گیا، جبکہ "شرح فقہ اکبر" اس کے قریباً ایک دہائی بعد لکھی گئی، کیونکہ "شرح فقہ اکبر" 1010ھ کے عرصے میں لکھی گئی، لیکن رسالہ "ادلۃ معتقد" تو انھوں نے "مرقاۃ المفاتیح" سے بھی پہلے لکھا تھا، جس کا زمانہ غالباً 1001ھ کے قریب بنتا ہے، فافہم

کرے، وہی آخری موقف ہو گا، تو ہم نے کئی دلائل سے ثابت کر دیا کہ قاری نے "شرح الشفاء" میں صرف دو جگہ نہیں، بلکہ پانچ جگہ پر عدمِ ایمان والدین کی گفتگو کی، جن میں سے دو مقام کی عبارات تو محرّفین نے بدل دیں، لیکن بقیہ تین پر اُن کی نظر نہ پڑی، اس لیے وہ مقامات محفوظ رہے، تو اَب خود شیخ علوی کے مطابق یہ آخری موقف رکھنی والی کتاب عدمِ ایمان کا بیان کر رہی ہے، تو پھر رُجوعِ قاری کیسے ممکن ہو گا؟

اس کے علاوہ آئندہ میں ہم نے "شرح الشفاء" کے بعد لکھی جانے والی ملا علی قاری کی دیگر کئی کتب سے بھی ثابت کر دیا ہے کہ وہ عدمِ ایمان والے موقف کے ہی قائل تھے، چنانچہ "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ الاعظم"، "شرح فقہ اکبر" یا "شرح الشفاء" میں مقدم و مؤخر تلاش کرنے کے تکلّف کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی، کہ ہماری بیان کردہ کتب و عبارات تو اِن سب کے بعد لکھی گئیں، فتدبر۔

مذکورہ تمام حوالہ جات سے عیاں ہے کہ اِن حضرات میں سے کسی کے پاس کوئی ایک بھی صریح دلیل اور نقل موجود نہیں، جس کی بنیاد پر رُجوعِ قاری کی بات تسلیم کی جاسکے، لہٰذا فقط اندازوں اور بلا دلیل باتوں کی بنیاد پر اُن کے لیے رجوع کی بات قبول نہیں کی جاسکتی، جبکہ خود شیخ قاری کی صریح عبارات آخری وقت تک عدم ایمان والے موقف پر دلالت کر رہی ہوں، لہٰذا شیخ حیدرآبادی اور شیخ علوی سمیت دیگر جن حضرات نے ایسے رُجوع کا قول بیان کیا، تو وہ اُن کا حسن ظن ہو گا، تاہم حقیقت اس کے برعکس واقع ہوئی۔

رجوع پر دیگر اہل علم کے اقوال کا اجمالی جائزہ

اَب ہم ذیل میں چند معروف افراد کے حوالہ جات نقل کر رہے ہیں، جنھوں نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ شیخ قاری نے عدمِ ایمان والے موقف سے رجوع کر لیا تھا، البتہ اُن تمام کی عبارات نقل کرنے کی حاجت نہیں، کیونکہ غیر مفید طوالت ہے، تاہم یہ بات واضح ہے کہ اُن میں سے سب نے یکے بعد دیگرے پیروی میں لکھ ڈالا، کسی کے پاس بھی اپنے دعویٰ کے ثبوت پر کوئی دلیل نہیں، اسی لیے ہم حوالہ جات کے ساتھ اُن کی بیان کردہ دلیل کا بھی مختصر تذکرہ لکھ رہے ہیں، تاکہ اجمالی طور پر موقف معلوم ہو جائے۔

01۔ إرشاد الغبي إلى إسلام آباء النبي ﷺ

اَز: قاضی بَرخوردار ملتانی (محشی النبراس)

انھوں نے "القول المستحسن" کے حوالے سے رجوع لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو، زوایہ پبلی شرز لاہور، سن: 2015ء۔ ص18-19)۔

02۔ "حاشیۃ النبراس علی شرح العقائد" اَز: قاضی بَرخوردار ملتانی

انھوں نے یہی مذکورہ بات اپنے حاشیہ میں بھی بیان کی۔ (ملاحظہ ہو، مکتبہ رشدیہ کوئٹہ، پاکستان، ص526، تحت الکلام فی الامامۃ)۔

03۔ هداية الغبي إلى إسلام آباء النبي ﷺ

اَز: خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ عبد الغفار قادری بنگلوری

انھوں نے بحوالہ "ارشاد الغبی" رجوع لکھا۔ (ناشر: ایلیئین پریس لاہور، طبع قدیم، ص34)

04۔ "نور العینین فی ایمان آباء سیّد الکونین ﷺ" اَز: علامہ محمد علی نقشبندی

انھوں نے بھی محشی النبراس کے حوالے سے رجوع کا قول لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو، فرید بک اسٹال، لاہور، سن: 1999ء، ص104-105)۔

05۔ **"ابوین مصطفیٰ ﷺ"** اَز: مفتی محمد فیض احمد اویسی

انھوں نے **"قول مستحسن، حاشیہ نبراس، اور ارشاد الغبی"** کے حوالے سے رجوع لکھا ہے۔(ملاحظہ ہو، مکتبہ اویسیہ بہاولپور، سن:1999ء، ص293-296)۔

06۔ **"تفسیر تبیان القرآن"** اَز: علامہ غلام رسول سعیدی

انھوں نے بھی محشی النبراس کے حوالے سے ہی رجوع کا قول لکھا ہے۔(ملاحظہ ہو، فرید بک اسٹال لاہور، 08/509-511، سورۃ الشعراء)۔

07۔ **"والدین رسالت مآب ﷺ"** اَز: علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی

انھوں نے شیخ علوی مالکی کی **"ذخائر محمدیہ"** کے حوالے سے رجوع لکھا ہے۔(ملاحظہ ہو، ضیاء القرآن لاہور، سن 2001ء، ص57-59)۔

08۔ **"فقہ اکبر وابسط"** مترجم: اَز مفتی رشید احمد العلوی

انھوں نے **"شرح الشفاء"** والی محرّفہ عبارات کی بنیاد پر رُجوع کا قول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> جب ملا علی القاری کا پہلا موقف تھا، تو انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں ایک رسالہ "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ۔۔" بھی لکھا، **مگر بعد میں حقیقت حال معلوم ہو جانے کے بعد اپنا موقف بدل لیا اور شرح الشفا میں اس کی وضاحت بھی لکھ دی،** اور بالفرض والمحال اگر ملا علی کی کفر والی رائے کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو اس سے اُن کی مراد کفر لغوی ہو گا، یعنی آپ نے زمانہ نبوت نہیں پایا، اور یوں

> اسلام عرفی معنوں میں آپ پر صادق نہیں آتا، اور آپ ویسے مسلمان نہیں ہیں، جیسے حضور ﷺ کے زمانے میں ایمان لانے والے تھے۔[14]

اس اقتباس میں موصوف نے لغوی و اصطلاحی کا جو موقف بیان کرتے ہوئے اُسے شیخ قاری کی عبارت کے کھاتے ڈالنے کی کوشش کی، تو اس پر تعجب کے سوا کچھ نہیں کہا جا سکتا، کہ کاش انھوں نے ذرا غور سے شیخ کی عبارات ہی پڑھ لی ہوتیں، تو شاید ایسی بات نہ کہتے، نیز اس کے علاوہ انھوں نے رُجوع کے لیے وہی "شرح الشفاء" کی تحریف شدہ عبارات کو دلیل بنایا، جس کی کیفیت و حقیقت متعدد بار بیان ہو چکی۔

09۔ **"شرح الفقه الأكبر مع التّعليق الميسّر"** اَز: شیخ وہبی سلیمان غاوجی

انھوں نے شرح الشفاء کی محرّفہ عبارات کی وجہ سے رُجوع کا موقف بیان کیا۔(ملاحظہ ہو، دار البشائر الاسلامیہ، طبع اوّل:1998ء، ص18)۔ نیز انھوں نے اس کتاب کے مقدمہ میں بیان کیا:

> علی قاری نے والدین رسول ﷺ کے جہنمی ہونے پر رسالہ لکھا، **لیکن بحمد اللہ انھوں نے اپنے اِس موقف سے رجوع کر لیا تھا،** جیسا کہ ہمیں "شرح الشفاء" میں (ایمان پر دلالت کرنے والی) تائیدی عبارات ملتی ہیں۔ اور یہ 1011ھ میں یعنی: اِن کی وفات سے تین سال پہلے مکمل ہوئی تھی۔[15]

10۔ **"النهضة الإصلاحية للأسرة الإسلامية"**

اَز: شیخ مصطفیٰ حمامی مصری (متوفی:1368ھ)

14۔ رشید احمد العلوی، مفتی، **"فقہ اکبر وابسط"**، (جمعیہ پبلی کیشنز لاہور، سن:1430ھ)، ص277۔

15۔ وہبی غاوجی، **"شرح الفقه الاكبر"**، (دار البشائر الاسلامیہ، طبع اول:1998ء)، ص18، ملخصًا

ہمیں اُن کی کتاب حاصل نہ ہو سکی، تاہم اسی کے حوالے سے شیخ وہبی غاوجی نے اپنے مقدمے میں رُجوع کا موقف بیان کرتے ہوئے وہی "شرح الشفاء" کی عبارات کو بنیاد بنایا ہے۔ (ملاحظہ ہو، "شرح الفقہ الاکبر" بتحقیق غاوجی، دار البشائر الاسلامیہ، ص18-19)۔

11۔ "أقوال الأئمة المعتمدة في مصير أهل الفترة"

اَز: شیخ احمد عمر عبد بیلی صومالی

انھوں نے بھی "شرح الشفاء" کی دونوں تحریف شدہ عبارات کی بنیاد پر رُجوع کا قول اپنایا، چنانچہ پہلے عبارات نقل کیں، اور پھر کہا:

والصحيح أنه رجع عن فكرته الأولى كما ذكرنا.[16]

12۔ "شرح الفقه الأكبر للشيخ ملا علي القاري"

اس کے مطبوع نسخہ پر **علمائے دعوت اسلامی** کی جانب سے حاشیہ میں وہی شرح الشفاء کی تحریف شدہ عبارات کی بنیاد پر لکھا گیا:

وإن كانت له؛ فرجوعه عنها ثابتٌ في **شرح الشفاء في الموضعين** ...إلخ.[17]

13۔ شیخ زاہد الکوثری کے حوالے سے ملتا ہے کہ انھوں نے "شرح الفقہ الاکبر لابی المنتہی" کی طبع استانبول ترکی کے مقدمے میں رُجوعِ قاری، نیز رُجوع پر اُن کی کتاب "رسالۃ فی والدی المصطفیٰ ﷺ" کو بحوالہ "الفوائد البهيّة في تراجم الحنفية" ذکر کیا، ہمیں اسکا مطبوع نسخہ نہ مل سکا، گمان ہے کہ شاید وہاں نقل کرنے والوں یا پھر شیخ کو تسامح ہوا، نیز یہ رسالہ دَر حقیقت

16۔ صومالی، احمد عمر، شیخ، "**اقوال الائمۃ المعتمدۃ**"، (غیر مطبوعہ، نسخہ انٹرنیٹ PDF)، ص188۔

17۔ "**شرح الفقہ الاکبر للقاری**"، (مکتبۃ المدینہ کراچی، سن 1435ھ)، حاشیہ: ص195۔

وہی عدم ایمان والی تالیف ہی ہے، شاید نام کسی وجہ سے بدل گیا، کہ اثباتِ ایمان پر تو انھوں نے الگ سے کوئی رسالہ نہیں لکھا، پس نام کی وجہ سے گمان کر لیا گیا، کہ شاید شیخ نے اس پر کوئی رسالہ لکھا تھا، حالانکہ ایسا نہیں، کیونکہ یہ بات شیخ قاری کی تالیف کا جائزہ لینے والوں پر مخفی نہیں، کہ انھوں نے ایمانِ والدین کے مسئلہ پر اپنی ایک ہی مستقل تالیف لکھی، جو "أدلة معتقد أبي حنيفة الأعظم.." کے نام سے موجود ہے، اس کے علاوہ اُن کی اس مسئلے کے اثبات یا عدم اثبات پر کسی تالیف کا کوئی اشارہ کسی کے یہاں معلوم نہیں ہوتا، فافہم۔

نیز "الفوائد البهيّة (شرکۃ دارالارقم بیروت، ص25)" کے محشی نے بھی اسی پہلے نام کا ذکر کیا ہے، فافہم۔ البتہ کوثری نے شرحِ قاری کی بنیاد کو نسخة سقيمة سے تعبیر کیا، اس کا ذکر انھوں نے التبصير في الدين للإسفراييني، ص158 اور دیگر جگہ بھی کیا، تاہم رُجوع کی بات ہمیں فقط ایک ثانوی ذریعہ سے ہی معلوم ہو سکی، واللہ اعلم بالصواب۔

14۔ الإمام علي القاري وأثره في الحديث الشريف

اَز: شیخ دکتور خلیل ابراہیم قوتلای

انھوں نے اس مقالے کی جلد اوّل میں "**انتقادات العلماء عليه**" کے تحت تفصیلاً، جبکہ جلد ثانی (ص204) میں "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ" کے عنوان کے ضمن میں اجمالاً گفتگو کی ہے۔ ہمیں جلد اوّل حاصل نہ ہو سکی، البتہ "رسائل القاری، دار اللباب ترکیا، (452/04)" میں "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ" سے پہلے محقق شیخ طارق مغربیہ نے مقدمہ میں شیخ قوتلای کی جلد اوّل سے اس موقف کا خلاصہ نقل کیا کہ انھوں نے شرح الشفاء کو آخری تالیفات سے شمار کرتے ہوئے رُجوع کا موقف اپنایا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ قوتلای کے پاس بھی فقط یہی دلیل تھی۔

متاخرین علمائے اُمت اور ایمانِ والدین کے مباحث

ایمانِ والدین نبی ﷺ کی بحث متاخرین اہل علم کی تحقیقات میں نمایاں طور پر دکھائی دیتی ہے، چنانچہ اثباتِ ایمان پر دسویں ہجری سے تعلق رکھنے والے شیخ سیوطی (متوفی:۹۱۱ھ) نے بکثرت مفصّل ومتوسط تالیفات پیش کیں؛ جن میں موضوع کے مختلف علمی واعتراضی پہلوؤں کو زیر بحث لایا گیا، نیز اُن کے بعد اس صنف میں طبع آزمائی اور تحریری خدمات پیش کرنے میں بہت سے اہل علم کوشاں ہوئے، جن کی ایک صد سے متجاوز تالیفات اَب تک منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہو چکی ہیں۔[18]

لیکن معاملہ کا دوسرا رُخ بھی قابل غور ہے کہ جس طرح مذکورہ حضرات نے اثباتِ ایمان کی جہات پر علمی واستشہادی دلائل سے تمسک واستناد کیا، اُسی طرح بعض چنیدہ اہل علم نے اپنے تئیں آشکار ہونے والے دلائل کی صورت میں عدم ایمان کی بابت بھی کلام کیا، جس کا مستقل تالیفی آغاز تو سیوطی کے معاصر شیخ محمد بن عبد الرحمن سخاوی (متوفی:۹۰۲ھ) کی تالیف سے ہوتا ہے، جس کے جواب میں سیوطی نے متعدد رسائل لکھ کر جوابات دیئے، لیکن اس کے اثرات بعد کے علمائے کرام کے یہاں بھی دکھائی دیتے ہیں، پس سخاوی کے بعد اَحناف کے ممتاز عالم شیخ قاری کا نام آتا ہے کہ انھوں نے اپنی بہت سی کتب میں عدم ایمان کے بارے میں بحث کی، چنانچہ "شرح فقہ اکبر" کی عبارت تو اس حوالے سے معروف ہے، البتہ ہم اس مقالے میں

18۔ ہم نے اپنے ایم-فل کے تحقیقی مقالے بعنوان: **"سیرت نبوی اور تالیفاتِ سیوطی"** میں ایمانِ والدین کے اثبات پر 64، مناقب وفضائل پر 08، انساب پر 09، اور عدمِ ایمان پر 05 عربی کتب کا الگ الگ عناوین اور مخطوط ومطبوع کی تفصیل کے ساتھ تذکرہ مرتب کر دیا ہے، نیز ناموں کے اشتباہ کی وجہ سے شامل ہو جانے والی غیر متعلقہ کتب کو خارج کر کے فہرست کی حتی الامکان تنقیح بھی کر دی، اہل ذوق وہاں مراجعت کریں۔

اُس پر بحث نہیں کریں گے، کیونکہ ہمارا مقصود صرف رُجوعِ قاری کے موقف پر تحقیق کرنا ہے، نیز انھوں نے مستقل تالیف "أدلة معتقد أبي حنيفة الأعظم في أبوي الرسول عليه الصلاة والسلام" بھی لکھی، جس میں نفس مسئلہ پر دلائل کو یکجا کیا، اور جوں ہی آپ نے اپنے مؤقف کا اظہار کیا، تو دوسرے مؤقف کی حامیوں کی جانب سے ردِّ عمل وتردیدی دلائل وابحاث کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا، جس کے نتیجہ میں مستقل کتب اور ضمنی فصول میں کلام سامنے آیا، چنانچہ مسئلہ ہذا سے متعلق شیخ قاری کے ردّ میں ہنوز درج ذیل عربی تالیفات معلوم ہو سکیں:

1- رِسَالَةٌ فِي أَبَوَيِّ النَّبِيِّ ﷺ للشيخ عبد القادر الطبريّ المكّي (المتوفي:١٠٣٣هـ)

2- سَدَادُ الدِّيْن وسِدَادُ الدَّيْن للشيخ محمّد البَرَزَنْجِيِّ المدنيّ (المتوفي:١١٠٣هـ)

اس کتاب میں انھوں نے ابتداء میں ایمانِ والدین کے لیے تین بنیادی مقدمات اور پھر مقصد اوّل میں دلائل لکھے، جبکہ "المقصد الثانی فی دفع المعارضات" کے تحت شیخ قاری کے دلائل کا ترکی بہ ترکی تجزیہ اور تحقیقی جوابات بیان کیے ہیں، بایں طور یہ شیخ قاری کے موقف کے تجزیہ پر لکھے جانے والا تفصیلی مواد ہے، جو میسّر بھی ہے۔

الغرض شیخ قاری کا عدمِ ایمان والا موقف اتنا واضح تھا، جس کے انتساب میں شک کی گنجائش نہ تھی، اسی لیے اُن کے معاصرین اور متاخرین نے اس پر بھرپور نقد بھی کی، چنانچہ شیخ قاری کے ہی شاگرد شیخ عبد القادر طبری نے بھی اپنے اُستاد کی سختی سے مخالفت کرتے ہوئے باقاعدہ کتاب تحریر کی، تو ان اُمور سے آشکار ہے کہ شیخ قاری کا عدم ایمان والا مؤقف وصال تک قائم رہا کہ اگر ایسا نہ ہوتا، تو دیگر کے برخلاف کم اَز کم اِن کے معاصرین اور تلمیذ مذکور تو مخالفت پر کمربستہ نہ رہتے، فافہم۔

"شرح الشفاء" کی مستدلّہ اور محرّفہ عبارات کا قضیہ

بارہویں صدی کے عرصے میں یکایک رجوعِ قاری کی بازگشت سنائی دینے لگی، اور اس پر ترتیبِ دلائل و تقریبِ شواہد کے لیے موصوف کی آخری تالیفات میں سے "شرح الشفاء" کے دو اقتباسات بھی پیش کیے جانے لگے، جن کے پیش کردہ کلمات سے عیاں تھا کہ انھوں نے اپنے سابق موقف سے رجوع کرتے ہوئے متاخرین کے اثباتِ ایمان والے مؤقف کو "اَصح" کہا اور اس بارے میں متعلقہ کتبِ سیوطی کے مطالعہ کی دعوت بھی پیش کی، چنانچہ "شرح الشفاء" کی دونوں مستدلّہ و محرّفہ عبارات بعینہ پیش ہیں:

وأبو طالب لم يصحّ إسلامه، وأمّا إسلام أبويه ففيه أقوالٌ، والأصحّ إسلامهما؛ على ما اتّفق عليه الأجلّة من الأُمّة كما بيّنه السّيوطيُّ في رسائله الثّلاث المؤلّفة.[19]

ترجمہ: ابو طالب کا اسلام ثابت نہیں، البتہ آپ ﷺ کے والدین کے اسلام لانے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جبکہ صحیح قول کے مطابق اُن کا اسلام ثابت ہے۔ اسی پر اُمت کے ممتاز علما کا اتفاق ہے، جیسا کہ سیوطی نے اپنے تین متعلقہ رسائل میں تصریحات ذکر کی ہیں۔

19۔ ملا علی قاری، شیخ، "شرح الشفاء"، (دار الکتب العلمیہ، طبع جدید، طبع اوّل، سن ۲۰۰۱ء/۱۴۲۱ھ)، ج۱، ص۶۰۵۔

وأما ما ذكروا من إحيائه عليه الصّلاة والسّلام أبويه؛ فالأصحّ أنّه وقع على ما عليه الجمهور الثّقات، كما قال السّيوطيُّ في رسائله الثّلاث المؤلّفات.[20]

ترجمہ: آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا بیان کیا جاتا ہے، پس یہی دُرست ہے کہ جمہور و قابلِ اعتماد عُلما کا بھی یہی مؤقف ہے، جیسا کہ سیوطی نے اپنے تین متعلقہ رسائل میں بیان کیا ہے۔

اِن عبارات سے متاخرین علماء نے نتیجہ بَر آمد کیا کہ شیخ قاری نے اپنی آخری تالیفات میں سے اہم کتاب میں اپنے عدم ایمان والے مؤقف سے رجوع کر لیا تھا، الغرض نقل دَر نقل گزشتہ تین صدیوں سے یہی مؤقف سنائی دے رہا ہے، لیکن تحقیقی نظر سے جائزہ لیا جائے، تو رجوع کا قضیہ نہ صرف من گھڑت ہے، بلکہ اُسے نقل کرنے والوں میں سے کسی کے پاس بھی کوئی واضح دلیل ہی موجود نہیں، چنانچہ جب ہم نے اس بابت لکھی جانے والی ممتاز محققین واہل علم کی تالیفات کا جائزہ لیا کہ شاید کسی نے ایسی دلیل بیان کی ہو؛ جس میں خود شیخ قاری نے اپنے عدم ایمان والے موقف سے رجوع کرنا بیان کیا ہو، یا پھر اُن کے کسی تلمیذ یا معتمد عالم نے ہی کوئی صریح نقل پیش کی، جس سے معاملہ واضح ہو جائے، تو تلاش و جستجو کے باوجود ہمیں اس میں ہنوز کامیابی نہ ہو سکی، البتہ سبھی نے حسن ظن رکھتے ہوئے یوں بیان کیا کہ چونکہ شیخ قاری کی وقیع دینی خدمات ہیں، چنانچہ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اس معاملہ میں توبہ ورُجوع کی توفیق بخشی ہو گی، یا فلاں نے لکھا ہے کہ رجوع کر لیا تھا، مزید بَر آں اکثر کے یہاں تو ایسے اقوال پیش

20۔ قاری، "شرح الشفاء"، ایضاً۔۔ج۱، ص۶۵۱۔

کیے گئے، جن کی علمی حیثیت "قِیْلَ" سے زائد نہیں، فتدبر۔ ایسے ہی چند اقوال گزشتہ میں پیش کیے جاچکے، لہٰذا اہل علم اُن پر غور کرسکتے ہیں۔

بہر کیف مقالہ نگار جس قدر تحقیق وتتبع بَروئے کار لاسکا، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ قاری کا موقف "عدم ایمانِ والدین" ہی تھا، اور انھوں نے معلوم دلائل وشواہد کے پیش نظر کبھی بھی اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا، لہٰذا اس بارے میں بعد کے جن علماء نے بھی رُجوع کا بیان کیا؛ تو اُن سے فقدانِ تحقیق اور نقل دَر نقل کے سبب خطا واقع ہوئی۔

اور جہاں تک "شرح الشفاء" کے دو اقتباسات سے استنباطِ رجوع کا معاملہ ہے، تو اُسے مقالہ نگار ابھی میزانِ نقد پر پیش کررہا ہے، جس واضح ہوجائے گا کہ اوّلاً: تو یہ عبارات ہی جعلی اور خود ساختہ ہیں، چہ جائے کہ اُن سے استدلال کیا جاسکے اور ایک لمحہ کو مان بھی لیا جائے کہ یہ جعلی نہیں، تب بھی شیخ کی یہ آخری تحریر نہیں، جسے آخری گردان کر صدیوں سے رجوع کا نتیجہ نکالا جاتا ہے، بلکہ انھوں نے نہ صرف اسی کتاب میں مذکورہ عبارات کے بعد اپنے عدمِ ایمان والے موقف کی تصریح ذکر کی، بلکہ بعد کی مزید تالیفات میں بھی عدمِ ایمان کو ہی بیان کیا ہے، پس بہر صورت قائلینِ رُجوع کو یہ عبارات کوئی فائدہ نہ دیں گی۔

مخطوطہ "شرح الشفاء" اور عدمِ ایمان کی عبارات

شیخ ملا علی قاری کے قلم سے لکھی ہوئی "شرح الشفاء" کی پہلی جلد کا مخطوطہ دمشق میں بھی موجود، تاہم کوشش کے باوجود وہ نسخہ ہمیں تو دستیاب نہ ہوا، البتہ آئندہ کسی محقق کی رسائی آسان بنانے کے لیے اُس کے حاصل شدہ کوائف درج ذیل ہیں:

رقم المخطوط: 14886(1) – مكتبة الأسد الوطنية – دمشق. المكتبة الفرعية: المكتبة العثمانية، حلب– **الناسخ**: الملا علي القاري؛ نور الدين علي بن (سلطان) محمد الهروي القاري.

عدد الصفحات: (373 ورقة). عدد الأسطر: 33

عدد الأجزاء: (1). الوصف المادي: X19.5 [cm] 30

الرقم الخاص: (134). نوع الخط: نسخي

كتبت بخطّ يد المؤلف ؟ **نعم** متضمن في مجموع ؟ نعم

بداية النسخة: الحمد لله الذي أنزل القرآن.. أما بعد: فيقول.. القاري. لما رأيتُ كتاب الشفاء في شمائل صاحب الاصطفاء أجمع ما صنّف في بابه..قصدت أخدمه بشرح بعض ما يتعلق به من تحقيق الإعراب والبناء...إلخ.

نهاية النسخة: نعم الوكيل أي: اعتماداً وإسعاداً معاشاً ومعاداً وباطناً وظاهراً وأولاً وآخراً.. والحمد لله.

ملاحظات:

نسخة بخطّ المؤلف. مطبوع. في آخرها إشارةٌ إلى انتهاء القسم الأول، ويتلوه القسم الثاني. الخط نسخي. متأثرةٌ بالرطوبة. كتب المتن بالمداد الأحمر.[21]

21۔ ویب سائٹ "الرق المنشور"، مؤرخہ 05 مئی 2025ء۔
https://app.alreq.com/ar/Manuscripts/Manuscript/08d90773-0397-4d6b-8a98-7f47b8e8be36
=

اَب ذیل میں اُس نسخہ سے تقابلی جائزہ پیش کیا جارہا ہے، جو ہماری دانست میں شیخ ملا علی قاری کا ہے، چنانچہ اس کے تناظر میں چند معروضات پیش خدمت ہیں۔

الغرض گزشتہ تین صدیوں سے "شرح الشفاء" کی جن عبارات کو رجوع پر دلیل بنا کر پیش کیا جاتا رہا، وہ دراصل شیخ کی عبارات ہی نہیں، بلکہ اسے بارہویں صدی ہجری کے بعد کسی زمانے میں شامل کتاب کیا گیا، چنانچہ اس پر مقالہ نگار نے یقینی قرائن مرتب کر دیے ہیں، جن کی روشنی میں عیاں ہو گا کہ علمی سرقہ بازی اس معاملے میں بھرپور اثر انداز ہوئی ہے۔

ا۔ اس بارے میں ناقابلِ تردید دلیل یہ ہے کہ شیخ قاری کے ہاتھ سے لکھے ہوئے مخطوطہ میں اُن عبارات کا سرے سے وُجود ہی نہیں، بلکہ وہاں لکھی عبارات؛ بعد کی خود ساختہ و مستدلّہ عبارات کے بَرخلاف عدمِ ایمان پر صریح ہیں، چنانچہ "شرح الشفاء" کا مذکورہ مخطوط امریکہ کی: مشی گن یونیورسٹی (University of Michigan) میں ہے، اس کے اختتام پر تحریر ہے:

فرغ مؤلفه رحمه، (هو و) سلفه أواسط رمضان المبارك، عام أحد عشر۔ بعد الألف من الهجرة النبوية إلى المدينة السكينة، وذلك بمكة المكرمة الأمينة، **وأنا الفقير إلى ربّه الباري علي بن سلطان محمد القاري الحنفي**، عاملهما الله بلطفه الخفي وكرمه الوفي.[22]

= شیخ خلیل ابراہیم قوتلای نے اپنے مقالے "**الامام علي القاري وأثره في الحديث الشريف**" (جامعہ اُمّ القریٰ، سن: 1405ھ۔ج2، ص558تا585) میں "شرح الشفاء" کے بعض مخطوطات و مطبوعات کی تفصیل لکھی، اگرچہ ہمارے پاس اس سے کئی زیادہ مواد ہے، تاہم اہل علم اس مقام سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

22۔ ملا علی قاری، "**شرح الشفاء**" (مخطوط: مشی گن یونیورسٹی (University of Michigan)، امریکہ، مخزونہ: برٹش میوزیم، لندن، اوراق ۷۹۵، رقم ۲۴)، عکسی، ورقہ ۷۹۴۔ بیان کردہ تفصیل کے مطابق =

یہ مخطوط علمی قرائن میں اعلیٰ درجہ کی دلیل اور مسئلہ میں قولِ فیصل بننے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے، کیونکہ اس میں جو عبارت ہو گی؛ وہ خود شیخ کے قلم سے براہِ راست قرطاس پر ثبت ہوئی، جبکہ دیگر مقامات پر مذکور عبارات محوّلہ اور بالواسطہ ہیں، لہٰذا انتساب اور اَخذِ نتیجہ میں حجّت اصل کو ہو گی، تو آیئے دیکھتے ہیں کہ اثباتِ ایمان والی مستدلّہ عبارات کا وُجود اصل نسخہ میں کس طور پر بیان ہوا ہے۔

(1) رُجوع کے حامیین کی "شرح الشفاء" والی پہلی محرّفہ عبارت مطبوع میں بایں صورت موجود ہے:

وأبو طالب لم يصحّ إسلامه، وأمّا إسلام أبويه ففيه أقوالٌ، والأصحّ إسلامهما؛ على ما اتّفق عليه الأجلّة من الأُمّة كما بيّنه السّيوطيُّ في رسائله الثّلاث المؤلّفة.[23]

ترجمہ: ابوطالب کا اسلام ثابت نہیں، البتہ آپ ﷺ کے والدین کے اسلام لانے کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، جبکہ صحیح قول کے مطابق اُن کا اسلام ثابت ہے۔ اسی پر اُمت کے ممتاز علما کا اتفاق ہے، جیسا کہ سیوطی نے اپنے تین متعلقہ رسائل میں تصریحات ذکر کی ہیں۔

= یہ نسخہ قاری کا ہے، لیکن اگر بالفرض خط مصنّف نہ ہو، تو مُضر نہیں، کہ آئندہ پیش کردہ مخطوطات و مطبوعات اس کی موافقت کر رہے ہیں، چنانچہ کسی ایک بھی مخطوطے میں محرّفہ و مخالف عبارات نہیں، وللہ الحمد۔

23۔ ملا علی قاری، شیخ، "**شرح الشفاء**"، (دارالکتب العلمیہ، طبع جدید، طبع اوّل، سن ۲۰۰۱ء/۱۴۲۱ھ)، ج۱، ص۶۰۵۔

جبکہ اصل مخطوط میں اسی مقام پر لکھی جانے والی عبارت یوں ہے:

هذا أبو طالب لم يصحّ إسلامه، وأمّا قول التِّلمساني: وروي إسلام أُمِّه بإسنادٍ صحيحٍ، وروي إسلام أبويه، فمردودٌ عليه كما بيّنتُ هذه المسئلة في رسالةٍ مستقلّةٍ ردًّا على السّيوطيِّ في رسائله الثّلاث.[24]

ترجمہ: اور ابو طالب کا اسلام صحیح (طور پر ثابت) نہیں، اور رہا تلمسانی کا یہ کہنا: آپ ﷺ کی والدہ کا اسلام لانا صحیح اسناد سے ثابت ہے، نیز یوں ہی والدین نبی ﷺ کا اسلام لانا بھی مَروی ہے تو یہ مَردود قول ہے، جیسا کہ میں نے اس مسئلہ کو اپنے مستقل رسالے میں بیان کرتے ہوئے سیوطی کے تین رسائل کا ردّ بھی کیا ہے۔

(2) اسی طرح قائلینِ رجوع کی دوسری مستدلّہ و محرّفہ عبارت مطبوع میں یوں ہے:

وأما ما ذكروا من إحيائه عليه الصّلاة والسّلام أبويه؛ فالأصحّ أنّه وقع على ما عليه الجمهور الثّقات، كما قال السّيوطيُّ في رسائله الثّلاث المؤلّفات.[25]

24۔ قاری، "شرح الشفاء" (مشی گن یونیورسٹی۔۔ایضاً)، ورقہ ۳۴۱۔

25۔ قاری، "شرح الشفاء"، ایضاً۔۔ج۱، ص۶۵۱۔

ترجمہ: آپ ﷺ کے والدین کا زندہ ہو کر ایمان لانا بیان کیا جاتا ہے، پس یہی دُرست ہے کہ جمہور و قابلِ اعتماد عُلما کا بھی یہی مؤقف ہے، جیسا کہ سیوطی نے اپنے تین متعلقہ رسائل میں بیان کیا ہے۔

جبکہ اصل مخطوط میں اس کے بَرخلاف یہ کلمات لکھے ہوئے ہیں:

وأما ما ذكروه عنه عليه السّلام من إحياء أَبَوَيْه وإيمانِهما به، على ما رواه الطبرانيُّ وغيره عن عائشة، فاتفق الحفّاظ على ضَعفه، كما صرّح به السّيوطيُّ، وقال ابنُ دحية: هو موضوعٌ، مخالفٌ للكتاب والسُّنَّة. وقد بيّنتُه في رسالةٍ مستقلّةٍ لتحقيق هذه المسئلة، رَدًّا على العلامة السيوطيّ في رسائله الثّلاث المؤلّفة و بيانًا لدلائله المضعفة.[26]

ترجمہ: یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ﷺ کے والدین کو زندہ کیا گیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے، جیسا کہ طبرانی اور دیگر نے سیّدہ عائشہ سے روایت کیا ہے، تو محدثین اس کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں، جیسا کہ سیوطی نے بھی اس کی صراحت کی، جبکہ ابن دحیہ نے کہا: یہ روایت موضوع اور کتاب و سنت کے مخالف ہے۔ نیز میں نے تو اس مسئلہ کی تفصیلات کو مستقل تالیف میں بیان کرتے ہوئے علامہ سیوطی کے تینوں رسائل اور اُن کے ضعیف دلائل کا ردّ بھی بیان کر دیا ہے۔

26۔ قاری، "شرح الشفاء" (مشی گن یونیورسٹی۔۔ایضاً)، ورقہ ۳۷۲۔

"شرح الشفاء" کی وہ تین عبارات؛ جو سرقہ بازوں کے ہاتھ نہ آئیں

گزشتہ بحث میں ہم نے وہ دونوں عبارات نقل کر دیں، جن میں سرقہ بازوں کی جانب سے تحریف ہوئی، لیکن سرقہ کرنے والوں نے چونکہ اپنے مطلب پر توجہ مرکوز کر رکھی تھی، لہٰذا اُن کی نگاہ دیگر اُمور کی جانب نہ گئی، اسی لیے "شرح الشفاء" میں مزید تین مقامات ایسے رہ گئے؛ جہاں شیخ علی قاری نے اسی طرز پر نہ صرف "عدمِ ایمان والدین" کا، بلکہ ساتھ ہی اپنی ردّ پر لکھی گئی تالیف کا بھی ذکر کر رکھا ہے، چنانچہ پہلے مقام پر لکھتے ہیں:

وذكر السهيليُّ: أنّ الله عزّوجلّ أحيى للنبيّ صلّى الله تعالى عليه وسّلم أبويه، فأمنا به، ثمّ أماتهما. وكذلك نقله السيوطيُّ في خصائص النّبيِّ صلّى الله تعالى عليه وسلّم، **لكنّه حديثٌ موضوعٌ؛ كما صرّح به ابنُ دحية. وقد بيّنتُ هذه المسألة في رسالةٍ مستقلّةٍ.** (27)

ترجمہ: اور سہیلی نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کے والدین کو زندہ کیا، جس کے بعد وہ آپ ﷺ پر ایمان لائے، پھر (اللہ تعالیٰ نے) اُنھیں وفات دی، چنانچہ "خصائص النبی ﷺ" میں سیوطی نے اسی طرح نقل کیا ہے، **لیکن یہ حدیث "موضوع" ہے، جیسا کہ ابن دِحیہ نے صراحت کی ہے "اور میں نے بھی اس مسئلہ کو ایک مستقل رسالے میں تفصیل سے بیان کیا ہے"۔**

27۔ قاری، "**شرح الشفاء**"، (دار الکتب العلمیہ)، " فصل: أما نظافة جسمه..إلخ "، 01/173۔ و (دار الکتب العلمیہ، قدیم: عکسی طبع عثمانیہ)، 01/165۔ و (طبع عامرۃ قدیم)، 01/165۔ و (طبع اولمنشدر)، 01/165۔ و (مطبعہ عثمانیہ، 1316ھ)، 01/165۔

یہ لیجئے! رُجوع پر استدلال کرنے والوں کے لیے اسی "شرح الشفاء" میں شیخ قاری خود کتنی صراحت سے عدمِ ایمان والے موقف کو بیان کر رہے ہیں، اَب اس کے بعد کون سی گنجائش رہ جاتی ہے کہ ایسے لوگ ہنوز "شرح الشفاء" سے رُجوع کی مصنوعی گردان پڑھتے نہیں تھکتے۔ اور طُرفہ یہ کہ یہ عبارت ہماری معلومات کے مطابق سب سے پہلے تحریف کرنے والے ادارے "مطبعہ عثمانیہ" میں بھی اسی طرح یعنی: بغیر تحریف کے موجود ہے۔

اور یہی نہیں، بلکہ اس مقام کے کچھ بعد شیخ قاری ایک بار پھر اپنے موقف کو یوں دُہراتے ہیں:

فإنّ عبد المطّلب من أجداده مات في زمن الجهالة بالإجماع، وكذا جزم أبو حنيفة؛ بأنّ والديّ رسول الله صلّى الله تعالى عليه وسلّم ماتا في زمن الجهالة، **وكذا أبو إبراهيم عليه السّلام من أهل الكفر إجماعًا، خلافًا للشّيعة وشِرْذِمَةٍ قليلةٍ من أهل السُّنة، وقد كتبتُ في هذه المسألة رسالةً مستقلّةً.** (28)

ترجمہ: نبی ﷺ کے اَجداد میں سے عبد المطلب تھے، جو کہ بالاجماع دورِ جاہلیت میں فوت ہوئے اور بایں وجہ ابو حنیفہ نے اسی پر جزم کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین دورِ جاہلیت میں فوت ہوئے، **نیز یوں ہی ابراہیم علیہ السلام کے باپ بالاجماع اہل کفر سے تھے، البتہ شیعہ اور اہل سنت میں سے ایک قلیل**

28۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (دار الکتب العلمیہ، جدید)، " فصل: قال القاضي تقدم الكلام في قتل القاصد لسبّه "، 02/426۔ و (دار الکتب العلمیہ، قدیم: عکسی طبع عثمانیہ)، 02/428۔ و (مطبعہ عامرۃ قدیم)، 02/683۔ و (طبع اولمنشدر)، 02/428۔ و (مطبعہ عثمانیہ 1316ھ)، 02/428۔

گروہ کا اِس بات میں اختلاف ہے "اور میں نے تو اِس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے"۔

اے کاش! قاری ایک دو مقام پر لکھ کر خود ہی قلم روک لیتے، لیکن! قارئین دیکھیں، کہ شیخ اس معاملے کی مخالفت میں کیسے متشدد ہیں، کہ بار بار اس مسئلہ کی تردید اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے بیان کرتے ہیں، چنانچہ گزشتہ مقام کے کچھ ورق بعد ہی پھر سے یوں لکھ ڈالا:

وهذا يوافق ما قال إمامنا في الفقه الأكبر: أنّ والديّ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم **ماتا على الكفر. وقد كتبتُ في هذه المسألة رسالةً مستقلّةً**، ودفعتُ فيها ما ذكره السيوطيُّ من الأدلة على خلاف ذلك في رسائله الثلاث.[29]

ترجمہ: اور یہ اُس بات کے موافق ہے؛ جو ہمارے امام نے فقہ اکبر میں کہی: رسول اللہ ﷺ کے والدین کفر پر فوت ہوئے۔ **"میں نے تو اِس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا"**، جس میں اس مسئلہ کے خلاف سیوطی کے تین رسائل میں بیان کردہ دلائل کی تردید بھی کی ہے۔

29۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (دارالکتب العلمیہ)، "فصل: الوجه الخامس أن لا يقصد نقصًا... إلخ"، 02/447۔ و(دار الکتب العلمیہ، قدیم: عکسی طبع عثمانیہ)، 02/449۔ و(مطبعہ عامرۃ قدیم)، 02/695۔ و(طبع اولمنشدر)، 02/449۔

سولہ (16) مخطوطاتِ شرح الشفاء میں نسخۂ قاری کے موافق غیر محرّفہ عبارات

مذکورہ دونوں عبارات کے اصل مخطوط سے تقابلی جائزہ کے بعد واضح ہے کہ شیخ قاری نے اُن مقامات پر بھی "عدم ایمان والا" موقف ہی ذکر کیا تھا، البتہ سرقہ بازوں نے دونوں جگہ عبارات کو اپنے موقف اور مرضی کے کلمات سے بدل دیا، جو کہ صریح بددیانتی ہے۔ "شرح الشفاء" کا مذکورہ مخطوط؛ چونکہ شیخ کے ہاتھ سے لکھا ہوا ہے، لہٰذا اس پر کسی دلیل و قرینہ کو فوقیت دینا ممکن نہیں، کہ "أهل البيت أدرى بما فيه" البتہ بحث میں پختگی واستشہاد کو تقویت دینے کے لیے دامنِ تحقیق کشادہ کر رہے ہیں، تاکہ ممکنہ اعتراضات کا سدّباب ہو سکے، چنانچہ شیخ کے اصل مخطوط کے موافق عبارات دیگر قلمی نسخوں میں بھی پائی جاتی ہیں، مثلاً:

(01) "مکتبہ لالہ جی، خزانہ مکتبہ سلیمانیہ استانبول" کے مخطوط - کاتب: یوسف بن احمد القاضی، سن کتابت: ذوالقعدہ، 1122ھ - میں غیر محرّفہ عبارات درج ہیں۔[30]

(02) "مکتبہ ولی الدین آفندی" کا نفیس ترکی مخطوط - سن کتابت: رمضان 1143ھ، کاتب: الحاج احمد - میں بھی غیر محرّفہ عبارات درج ہیں۔[31]

(03) "المکتبۃ الوطنیۃ، پیرس" کے مخطوط - سن کتابت: 1148ھ - میں غیر محرّفہ عبارات درج ہیں۔[32]

30۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (مکتبہ لالہ جی، خزانہ مکتبہ سلیمانیہ استانبول، عکسی)، ورقہ: 191، و207۔

31۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (ولی الدین آفندی، ترکیا، وقف 1175ھ، عکسی)، ورقہ: 210، و225۔

32۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (مخطوطہ پیرس، سن: 1148ھ، عکسی)، ورقہ: 378، و410۔

(04) "نسخہ آیا صوفیا" کے مخطوط-وقف کردہ: سلطان غازی محمود خاں برائے اوقاف حرمین شریفین، سن کتابت: 15 جمادی الآخر، 1151ھ-میں غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[33]

(05) "شیخ الاسلام ولی الدین آفندی" کے مخطوط-وقف کردہ، سن ۱۱۷۵ھ، کاتب: شیخ مصطفیٰ بن محمد، سن کتابت: 1158ھ-اُس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[34]

(06) "مکتبہ لالہ جی" خزانہ مکتبہ سلیمانیہ استانبول" کے مخطوط-سن کتابت: 1165ھ-میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[35]

(07) ترکی مخطوط-سن کتابت: جمادی الآخر، سن: 1167ھ، کاتب: شیخ اسماعیل بن ابراہیم، اوراق: 682-اسے عثمانی حکومت کے صدر اعظم شیخ محمد راغب پاشا نے وقف کیا تھا، اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[36]

(08) "نسخہ کتب خانہ مفتی/فقیہ"، (Müftülük Kütüphanesi)، استانبول کے مخطوط-سن کتابت 1185ھ-اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[37]

33۔ قاری، "شرح الشفاء" (نسخہ آیا صوفیا-ترکیا، کتابت: 15 جمادی الآخر، 1151ھ-عکسی)، ورقہ 306، و333۔

34۔ قاری، "شرح الشفاء" (مخطوط: ولی الدین آفندی ابن حسین آغا، وقف السنۃ: 1175ھ، سن کتابت: 1158ھ، کاتب: مصطفیٰ بن محمد)، عکسی، ج ا، ص ۴۴۹۔ ج ا، ص ۴۸۴۔

35۔ قاری، "شرح الشفاء" (مکتبہ لالہ جی، خزانہ مکتبہ سلیمانیہ استانبول، عکسی)، جلد اوّل، ورقہ: 288، و310۔

36۔ قاری، "شرح الشفاء" (مخطوط ترکیا، سن: 1167ھ، رقم 276، عکسی) ورقہ: 209، و224۔

37۔ قاری، "شرح الشفاء" (نسخہ آیا صوفیا-ترکیا، کتابت: 1185ھ-عکسی)، ورقہ 197، و113۔

(09) ترکی مخطوط-سن کتابت: 1194ھ، اوراق: 549-اسے بھی عثمانی صدر اعظم شیخ محمد راغب پاشا نے وقف کیا تھا، چنانچہ اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[38]

(10) "آیا صوفیا، استانبول" کے مخطوط-کاتب: سیّد محمد امین آفندی، سن کتابت: 1210ھ-اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[39]

(11) "دار الکتب القطریۃ، دولۃ قطر" کا مخطوط-وقف کردہ: "شیخ محمد شعبان زادہ"-اُس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[40]

(12) "قیصری، راشد آفندی" کا خوبصورت و نفیس مخطوط-اُسے غالباً سونے کی کشیدہ کاری سے مزین کیا گیا، کاتب و سن ندارد-اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات موجود ہیں۔[41]

(13) "آیا صوفیا، استانبول" کے مخطوط-وقف کردہ: سلطان غازی محمود خاں برائے اوقاف حرمین شریفین-اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[42]

(14) "مکتبہ حرم مکی، مکہ مکرمہ" کا مخطوط-وقف کردہ: سلطان عبد المجید خان برائے حرمین شریفین-اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[43]

38۔ قاری، "شرح الشفاء" (مخطوط ترکیا، سن: 1194ھ، رقم 277، عکسی) ورقہ: 227، و253۔

39۔ قاری، "شرح الشفاء" (نسخہ آیا صوفیا-ترکیا، کتابت: 1210ھ-عکسی)، ورقہ 192، و207۔

40۔ قاری، "شرح الشفاء" (مخطوط: دار الکتب القطریہ، قطر، رقم ۹۴۶) ج ا، ص ۲۸۲۔ ج ا، ص ۳۱۰۔

41۔ قاری، "شرح الشفاء" (نسخہ قیصری راشد آفندی-عکسی)، ورقہ p239، وp258۔

42۔ قاری، "شرح الشفاء" (نسخہ آیا صوفیا-ترکیا، عکسی)، ورقہ p240، وp257۔

43۔ قاری، "شرح الشفاء" (مکتبۃ الحرم المکی، رقم 2656، خزانۃ سلطان عبد المجید خان، عکسی)، جلد ثانی، ورقہ: 168، و218۔

(15) "کتب خانہ غازی خسروبک، سرای بوسنہ، ترکیا" کا نفیس مخطوط-وقف کردہ: شیخ عبد الباقی آفندی-اِس مخطوطے کے اطراف پر بکثرت حواشی وتعلیقات بھی ہیں، نیز اس کا رسم الخط شیخ قاری کے اندازِ تحریر سے بھی مشابہ ہے، چنانچہ "رفع الخفاء عن ذات الشفاء" کے نام سے عکس انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[44]

(16) "کتب خانہ غازی خسروبک، سرای بوسنہ" کے ایک مزید مخطوطے میں بھی غیر محرّفہ عبارات ہیں۔[45]

44۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (مخطوط، موقع شكبة الألوكة، مؤرخہ: 15 اکتوبر، 2018ء) عکسی مخزونہ، ج۱، ص۱۹۱۔ ج۱، ص۲۰۵۔ (https://www.alukah.net/library/0/115824)

45۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (مخطوط کتب خانہ غازی خسروبوسنہ، ترکیا، عکسی)، ورقہ: 191، و205۔

"شرح الشفاء" کے مطبوعہ نسخوں میں نسخۂ قاری کے موافق عبارات کا وُجود

(01) "المطبعة العامرة، استانبول" کی طبع قدیم (سن: ۱۸۹۲ء/۱۳۰۹ھ) میں عدم ایمان کے موقف والی یعنی: غیر محرّفہ عبارات موجود ہیں۔[46]

(ب) اسی طرح کتاب ہذا کی طبع قدیم، جسے "بوسنوی الحاج محرم آفندی" نے (۵ ذوالحجہ، ۱۳۰۹ھ میں) "مطبعة سنده، طبع أولمنشدر" سے شائع کیا، اس میں غیر محرّفہ عبارات موجود ہیں۔[47]

(02) "المطبعة الأزهرية المصرية (قاہرہ، طبع: ۱۳۲۷ھ)" میں بھی غیر محرّفہ عبارات موجود ہیں۔[48]

(03) اس کتاب کا ایک نفیس ایڈیشن، جسے "دار التفسیر، جدّہ، سعودی عرب" نے (۲۰۱۴ء/۱۴۳۵ھ) میں شیخ حسنین محمد مخلوف کی تحقیق کے ساتھ پانچ مجلدات میں شائع کیا، جو دراصل قاہرہ کی طبع قدیم کا جدید عکسی ایڈیشن ہے، اس میں بھی غیر محرّفہ عبارات موجود ہیں۔[49]

46۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (المطبعۃ العامرۃ، استانبول، ترکیا، طبع قدیم، ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء)، ج۱، ص۶۰۱، ج۱، ص۶۴۸۔

47۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (مطبعہ سندہ، طبع اولمنشدر، ۱۳۰۹ھ)، ج۱، ص۶۰۱۔ ج۱، ص۶۴۸۔

48۔ قاری، "**شرح الشفاء للقاري على هامش نسيم الرياض**" (المطبعۃ الازہریہ المصریہ، قاہرہ، سن ۱۳۲۷ھ)، ج۳، ص۲۸۔ ج۳، ص۹۹۔ مصورۃ دار الکتاب العربی بیروت۔

49۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (دار التفسیر، جدّہ، سن: ۲۰۱۴ء/۱۴۳۵ھ)، ج۳، ص۴۶۔ ج۳، ص۱۶۸۔

"شرح الشفاء" کے کسی ایک بھی مخطوطے میں رُجوع والی عبارت نہیں!

ہم نے گزشتہ میں مکہ مکرمہ، ترکی، قطر، پیرس کے سولہ مخطوطات سے حوالہ جات پیش کر دیے، جن سے عیاں ہے کہ شیخ قاری کی مذکورہ کتاب کے خطی نسخوں میں سے کسی ایک دستیاب مخطوطے میں ہنوز تحریف والی عبارات کہیں نہیں ملتی، الغرض مخطوطات کے تقابل اور قدیم وجدید مطبوعہ نسخوں تک میں بغیر تحریف والی عبارات کا پایا جانا؛ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ شیخ قاری نے "شرح الشفاء" میں کبھی رجوع کا شائبہ پیش کرنے والی عبارات لکھی ہی نہیں ،بلکہ انھیں بعد کی صدیوں میں مطبوعہ "شرح الشفاء" کے متعلقہ مقام پر سرقہ بازی کرتے ہوئے شامل کیا گیا ہے۔

اور یہاں تک تو اصل وغیر محرّفہ عبارات کی تعیین اور نشاندہی مقصود تھی، جو بحمد اللہ اُجاگر ہو گئی، لہٰذا اَب اس بات پر بھی شواہد پیش ہیں کہ تحریفی منابع ومصادر کون کون سے ہیں؟ تو اس کے لیے ہمیں وسیع تر تلاش کے باوجود ہنوز کوئی مخطوط تو میسّر نہیں آسکا، جس میں محرّفہ عبارات ہوں، البتہ کچھ مطبوعہ نسخوں میں ہی اِس کے نظائر ملے، جن کی تفصیلات پیش ہے۔

"شرح الشفاء" کے مطبوعہ نسخوں میں تحریف شدہ عبارات کی نشاندہی

(الف) "المطبعة العثمانية، استانبول، ترکیا" کی دو قدیم اشاعتوں میں محرّفہ عبارات موجود ہیں، چنانچہ اس کی پہلی طبع (سن:۱۳۱۶ھ)[50]، اور پھر دوسری طبع (۲۷ ربیع الآخر، سن:۱۳۱۹ھ) میں ایمانِ والدین پر مشیر یعنی: محرّفہ عبارات درج ہیں، مؤخر الذکر کا عکسی ایڈیشن "دار الکتب العلمیہ" اور "دار الباز، مکہ مکرمہ" نے مشترکہ طور پر دو جلدوں میں شائع کیا، جس پر سنِ طبع

50۔ قاری، "شرح الشفاء" (المطبعۃ العثمانیہ، استانبول، ترکیا، جمادی الاول، سن ۱۳۱۶ھ)، ج۱، ص۶۰۱۔ ج۱، ص۶۴۸۔

مذکور نہیں، البتہ اختتام کتاب پر مُصَحِّحْ: احمد طاہر قنوی نے اصل ایڈیشن کا مذکورہ طباعتی سن تحریر کیا ہے۔[51]

(ب) "دار الکتب العلمیہ" بیروت کی طبع جدید میں بھی محرّفہ عبارات بَر قرار ہیں۔[52]

اس سے عیاں ہے **کہ مطبوع نسخوں میں تحریف کی بنیاد** "المطبعة العثمانية" **"ترکیا سے شروع ہوئی**، کیونکہ معلوم شواہد کے مطابق پہلے اسی کی مذکورہ طبعات میں تحریف واقع ہوئی ، نیز چونکہ "دار الکتب العلمیہ" نے اسی "المطبعة العثمانية" والے نسخے سے ہی اپنی اشاعت میں تصحیح کی بنیاد رکھی، جیسا کہ اس کی قدیم وجدید اشاعتوں کے اخیر میں وضاحتی بیان لکھا ہے، تو بایں طور اُن کے یہاں بھی تحریف والی عبارات درج ہوئیں، جو آج تک یوں ہی شائع ہو رہی ہیں۔

51۔ قاری، "شرح الشفاء" (دار الکتب العلمیہ، طبع قدیم، عکسی ایڈیشن)، ج۱، ص۶۰۱۔ ج۱، ص۶۴۸۔

52۔ قاری، "شرح الشفاء" (دار الکتب العلمیہ، طبع جدید، ایضاً۔۔)، ج۱، ص۶۰۵۔ ج۱، ص۶۵۱۔

قائلین رُجوع کے استدلالی پہلوؤں کا تجزیہ

یہاں تک تو اُس صورت حال کو واضح کرنے کے لیے دلائل وشواہد پیش کیے گئے کہ مستدلّہ عبارات شیخ قاری کی بیان کردہ نہیں، بلکہ محرّفہ ہیں، اور اُنھیں سرقہ بازوں نے بعد میں شامل کیا، لیکن قطع نظر اس بحث سے اگر لمحہ بھر کو فرض کرلیں، کہ یہ عبارات انہی کی ہیں، تب بھی فقط اِن کی بنیاد پر اثباتِ رجوع پر مُصر رہنے والوں (مثلاً شیخ محمد علوی مالکی وغیرہ) کا کوئی فائدہ نہیں، چنانچہ جس اُصول کے تحت مستدلین نے اثباتِ رجوع کی بنیاد رکھی، مقالہ نگار کے نزدیک وہی اُصول اُن کے خلاف پر بھی بُرہان ہے، چنانچہ استدلال کرنے والوں کا حاصل کلام یہ ہے:

"شیخ قاری نے اپنی آخری تالیفات میں سے "شرح الشفاء" کے دو مقامات پر جمہور کے موقف کو صحیح گردانتے ہوئے کتب سیوطی کی جانب مراجعت کا ذکر کیا، لہٰذا یہی موصوف کا رُجوع ہے۔"

تاہم تحقیقی نظر سے پَرکھا جائے، تو یہ استدلال تارِ عنکبوت محسوس ہوتا ہے، پس اس دعویٰ کا مدار تین اہم مقدمات پر منحصر ہے:

(۱) شرح الشفاء کا آخری تالیفات میں سے ہونے کے سبب ماقبل تحریر کے لیے ناسخ ہونا۔

(۲) شیخ سیوطی کی اثباتِ ایمان والی کتب کی جانب مراجعت کی ترغیب۔

(۳) جمہور متاخرین کے اثباتِ ایمان والے موقف کی تصحیح۔

تو آیئے ہم یہاں انہی بنیادی مقدمات کا تجزیہ پیش کرتے ہیں، جس سے نفس مسئلہ پر قائم اشکالات کا حل واضح ہوگا۔

(۱) "شرح الشفاء" کا آخری تالیفات میں سے ہونے کے سبب ماقبل تحریر کیلئے ناسخ ہونا

یہ مقدمہ نا صرف کمزور، بلکہ بعد تحقیقات باطل ٹھہرتا ہے، کیونکہ شیخ قاری کا وصال صحیح قول کے مطابق ۱۰۱۴ھ میں ہوا، جبکہ موصوف "شرح الشفاء" کی پہلی جلد کی تالیف سے "جمادی الثانی ۱۰۱۰ھ" میں فارغ ہوئے، جیسا کہ پہلی جلد کے اخیر میں لکھا ہے:

حرّره مصنّفه الجاني في **أوائل جمادي الثاني من شهور عام عشرة بعد الألف**، السابع من عالم المباني رحمه الله تعالى رحمة واسعة بمنّه آمين.[53]

اگرچہ مذکورہ عبارت مطبوعہ کے کئی نسخوں میں موجود، تاہم مخطوطات میں کچھ کمی بیشی کے ساتھ، جبکہ کئی میں موجود ہی نہیں، چنانچہ ہم اس تاریخ کو بطور اضافی تائید نقل کر رہے ہیں، وگرنہ مجموعی طور پر ہمارے پیش کردہ بقیہ اُمور اس کے بغیر بھی اپنے مقصد کے لیے کافی ہیں۔

جبکہ جلد ثانی یعنی: مکمل تالیف سے تو بالاتفاق رمضان: سن ۱۰۱۱ھ میں ہی فارغ ہوئے، جیسا کہ کتاب کے اختتام پر تحریر موجود اور ماقبل اس بابت مخطوط کی عبارت بھی گزر چکی، چنانچہ اگر بالفرض پہلی تاریخ یعنی: ۱۰۱۰ھ مراد لی جائے، کہ دونوں محرّفہ عبارات اسی پہلی جلد کی ہے، تب تو وصالِ قاری تک قریباً چار سال بنتے ہیں، اور اگر دوسری جلد کی تاریخ یعنی: ۱۰۱۱ھ مراد لی جائے، تو پھر بھی اس کے بعد آپ تین سال تک بقید حیات رہے اور اس عرصہ میں متعدد علمی کتب بھی معرض وجود میں آئیں، جن میں بالخصوص "شرح مسند ابی حنیفہ"، "الاسرار المرفوعہ" اور "شرح عین العلم" جیسی ضخیم کتب قابل ذکر ہیں، چنانچہ۔۔

53۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (دارالکتب العلمیہ، جدید)، "01/ 765۔ و(مطبعہ عثمانیہ، 1316ھ)، 01/ 764۔ و(مطبعہ عامرۃ قدیم)، 01/787۔ و(طبع اولمنشدر)، 01/772۔

اولاً: اِن وقیع تالیفات کو نظر انداز کرتے ہوئے تین سال قبل لکھی جانے والی کتاب کو ہی آخری تالیف شمار کرنا قابلِ غور ہے، نیز یہی وہ کلیدی نکتہ ہے؛ جسے تین صدیوں سے اثباتِ رجوع کے حامی کثیر واَجلّہ اہل علم نے نظر انداز کیے رکھا، اور اُن کا زور اس بات پر رہا کہ "شرح الشفاء" ہی آخری تالیف ہے، اے کاش! اُن میں سے کوئی فرد اس کے بعد شیخ کی زندگی کے تین سالوں پر ہی توجہ کر لیتا، تو اُسے ضرور بقیہ کتب کی تصریحات بھی میسّر آجاتی، کہ شیخ قاری جیسے سریع القلم سے یہ کب ممکن تھا کہ وہ سن: ۱۰۱۱ھ میں "شرح الشفاء" لکھنے کے بعد وصال تک کے بقیہ تین سال کچھ تحریر ہی نہ کرے؟ بہر حال فریق ہذا کا مقدمہ اس دعوی پر قائم ہے:

"شرح الشفاء کی دو عبارات میں شیخ قاری نے رجوع کی تصریح کر دی، اور اُن کے نزدیک اس مقام کے بعد کوئی ناسخ عبارت کہیں میسّر نہیں آتی"۔

پس اگر ثابت ہو جائے کہ شیخ نے اُن دونوں مقامات کے بعد بھی عدم ایمان سے متعلق گفتگو کی، تو اثباتِ رجوع کے مستدلین کا پہلا اور مضبوط مقدمہ خود ہی زمین بوس ہو جائے گا، چنانچہ مقالہ نگار ذیل میں چند صریح حقائق و نصوص پیش کر رہا ہے، جن کے مطالعہ سے عیاں ہو گا کہ شیخ نے مذکورہ مقامات کے بعد بھی عدم ایمان کی بابت ہی اپنا کلام برقرار رکھا تھا، اور اپنے عدمِ ایمان کے موقف میں کوئی تبدیلی یا نرمی بروئے کار نہ لائی، تو اس پر ہم چند نکات کی صورت کلام پیش کر رہے ہیں۔

"شرح الشفاء" سے نقد

(الف) مطبوعہ "شرح الشفاء" میں مستدلین کی خود ساختہ و محرّفہ عبارات جو کہ (ج۱، ص۶۰۵) اور (ج۱، ص۶۵۱) پر موجود ہیں، یعنی: مستدلین کے مطابق جلد اوّل کا (ص:۶۵۱) وہ آخری مقام ہے، جو کہ اندازًا سن: ۱۰۱۰ھ میں لکھا گیا، جہاں اِن کے مطابق شیخ کا قلم رجوع کی جانب گامزن ہوا، لیکن اگر ہم اسی کتاب کے اختتام کی جانب بڑھیں، تو دوسری جلد جو کہ سن: ۱۰۱۱ھ میں لکھی گئی، تو وہاں یہ عبارات بھی لکھی ہیں، جو کہ سرقہ بازوں کے اثرات سے محفوظ رہیں:

فإنّ عبد المطّلب من أجداده مات في زمن الجهالة بالإجماع، وكذا جزم أبو حنيفة؛ بأنّ والديّ رسول الله صلّى الله تعالى عليه وسلّم ماتا في زمن الجهالة، **وكذا أبو إبراهيم عليه السّلام من أهل الكفر إجماعًا، خلافًا للشّيعة وشِرْذِمَةٍ قليلةٍ من أهل السُّنة، وقد كتبتُ في هذه المسألة رسالةً مستقلّةً.** (54)

ترجمہ: نبی ﷺ کے اَجداد میں سے عبد المطلب تھے، جو کہ بالاجماع دورِ جاہلیت میں فوت ہوئے اور بایں وجہ ابو حنیفہ نے اسی پر جزم کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین دورِ جاہلیت میں فوت ہوئے، **نیز یوں ہی ابراہیم علیہ السلام کے باپ بالاجماع اہل کفر سے تھے، البتہ شیعہ اور اہل سنت میں سے ایک قلیل**

54۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (دار الکتب العلمیہ، جدید)، " فصل: قال القاضي تقدم الكلام في قتل القاصد لسبّه"، 02/426۔ و(دار الکتب العلمیہ، قدیم: عکسی طبع عثمانیہ)، 02/428۔ و(مطبعہ عامرۃ قدیم)، 02/683۔ و(طبع اولمنشدر)، 02/428۔ و(مطبعہ عثمانیہ 1316ھ)، 02/428۔

گروہ کا اِس بات میں اختلاف ہے" اور میں نے تو اِس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے"۔

اس کے علاوہ دوسری ہی جلد میں دوبارہ اپنے موقف کی صراحت کرتے ہوئے لکھا:

وهذا يوافق ما قال إمامنا في الفقه الأكبر: أنّ والديّ رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم **ماتا على الكفر. وقد كتبتُ في هذه المسألة رسالةً مستقلّةً**، ودفعتُ فيها ما ذكره السيوطيُّ من الأدلة على خلاف ذلك في رسائله الثلاث.[55]

ترجمہ: اور یہ اُس بات کے موافق ہے؛ جو ہمارے امام نے فقہ اکبر میں کہی: رسول اللہ ﷺ کے والدین کفر پر فوت ہوئے۔ **"میں نے تو اِس مسئلہ پر ایک مستقل رسالہ لکھا"**، جس میں اس مسئلہ کے خلاف سیوطی کے تین رسائل میں بیان کردہ دلائل کی تردید بھی کی ہے۔

یہ اُن تین عبارات میں سے دو ہیں، جو سرقہ بازی سے محفوظ رہیں، اِن تینوں عبارات کو ہم نے گزشتہ میں ترتیب وار لکھا تھا، تاہم یہاں فقط دوسری جلد کی دو عبارات کو بامر مجبوری مکرر لایا گیا، تاکہ مخالفین پر اتمام حجت ہو سکے کہ پہلی جلد کے دونوں مقامات کے بعد بھی شیخ قاری کا موقف عدم ایمان ہی تھا، جبکہ تین میں سے پہلی عبارت یہاں ذکر نہیں کی گئی، کہ وہ پہلی جلد کی تھی، نیز اس کا مقام مخالفین کی دونوں محرّفہ عبارت سے پہلے واقع تھا، فافہم

55۔ قاری، "**شرح الشفاء**" (دارالکتب العلمیہ)، "فصل: الوجه الخامس أن لا يقصد نقصًا... إلخ"، 02/447۔ و(دار الکتب العلمیہ، قدیم: عکسی طبع عثمانیہ)، 02/449۔ و(مطبعہ عامرۃ قدیم)، 02/695۔ و(طبع اولمنشدر)، 02/449۔

"شرح مسند ابی حنیفہ" سے نقد

(ب) نیز صرف یہی کتاب "شرح الشفاء" نہیں، بلکہ اس کے بعد لکھی جانے والی "شرح مسند ابی حنیفہ" کا اقتباس بھی ملاحظہ کیجئے:

وهذا دليلٌ صريحٌ في أنّ أُمّه ماتتْ كافرةً؛ أنّها في النّار داخلة مخلدة، وهو الّذي اعتقده أبو حنيفة، وذكره في فقهه الأكبر من: أنّ والديّ رسول الله صلّى الله عليه وسلم ماتا على الكفر. وعارضه السيوطيّ في رسائلٍ؛ وأتى ببعض الدلائل مما ليس تحتها شيءٌ من الطائل، وقد جعلتُ رسالة مستقلّة في تحقيق هذه المسألة، وتدقيق ما يتعلق بها من الأدلّة.[56]

ترجمہ: اور یہ واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا انتقال کفر کی حالت میں ہوا، اور وہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہیں۔ نیز یہی وہ عقیدہ ہے؛ جسے ابو حنیفہ نے اپنی "فقہ اکبر" میں یوں ذکر کیا: رسول اللہ ﷺ کے والدین کا انتقال کفر پر ہوا۔ لیکن سیوطی نے اپنے رسائل میں اس کی مخالفت کی، اور وہ ایسے دلائل لائے، جس کا کوئی فائدہ نہیں، **جبکہ میں نے اس مسئلے کی تحقیق میں ایک مستقل رسالہ تالیف کیا، اور اُس میں متعلقہ دلائل کا باریک بینی سے جائزہ پیش کیا ہے۔**

اس "شرح مسند ابی حنیفہ" کی تالیف "شرح الشفاء" سے مؤخر ہے، اس کے ثبوت پر کئی داخلی و خارجی شواہد موجود ہیں، ہم اُن میں سے چند ذکر کرتے ہیں، تاکہ ابہام نہ رہے۔

56۔ قاری، "**شرح مسند أبي حنيفة**" (دارالکتب العلمیہ، طبع اول، سن ۱۹۸۵ء/۱۴۰۵ھ)، ص ۳۳۴۔

[۱] "شرح مسند ابی حنیفہ" کی ابتداء میں (ص۲۹) پر حدیث "إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا" کا ذکر کرتے ہوئے شیخ قاری نے کہا:

"اس حدیث کی وضاحت ہم نے "شرح الشفاء" میں کر دی۔"

چنانچہ "شرح الشفاء" میں یہ بحث (ج۲، ص۲۷۲) پر موجود ہے، جس سے واضح ہے کہ "شرح مسند ابی حنیفہ" بعد میں لکھی گئی، اسی لیے ماقبل تحریر ہو چکی ابحاث کی جانب اشارہ کیا گیا، نیز "شرح مسند ابی حنیفہ" کا ابتدائی محولّہ بالا مقام "شرح الشفاء" کی جلد اوّل کی مستدلّہ دونوں عبارات کے حتمی بعد ہے، لہٰذا اس مقام پر "شرح الشفاء" کو تقدم، جبکہ "شرح مسند ابی حنیفہ" کا ہمارا ذکر کردہ مقام مؤخر ہے، تو یوں بھی مستدلین کا پہلا مقدمہ کالعدم ہو جاتا ہے، کیونکہ یہاں "شرح الشفاء" کے متعلقہ مقام کے بعد بھی عدم ایمان والا موقف پایا جا رہا ہے، فافہم۔

[۲] اس کتاب کے مؤخر ہونے کی ایک واضح دلیل یہ بھی ہے کہ "شرح الشفاء" کو حسبِ تصریح مصنّف، رمضان، سن:۱۰۱۱ھ میں مکمل کر لیا، جبکہ "شرح مسند ابی حنیفہ" ۱۰۱۲ھ تک لکھی جاتی رہی، چنانچہ اسی کتاب میں دنیا کی عمر کی بحث میں اپنے تحریری زمانہ کا یوں ذکر کیا:

"فإنّا نحن الآن في سنة اثني عشر بعد الألف..إلخ.[57]

الغرض شیخ کے تحریر کردہ سن کے مطابق "شرح الشفاء" ۱۰۱۱ھ میں مکمل ہو چکی تھی، جبکہ "شرح مسند ابی حنیفہ" ۱۰۱۲ھ تک لکھی جاتی رہی، تو دوسری تالیف میں عدم ایمان کی بابت مذکورہ بالا عبارت کا وُجود "شرح الشفاء" کی خود ساختہ عبارات کے لیے صریح ناسخ ہے، جس سے فرض کردہ عبارات کالعدم ہو جاتی ہیں۔

57۔ **ایضاً**۔، ص۵۵۹۔

"الاسرار المرفوعہ" سے نقد

(ج) "الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ" بھی تالیف کے لحاظ سے "شرح الشفاء" سے مؤخر ہے، چنانچہ اس میں ہے:

حَدِيْثُ إِحْيَاء أَبَوَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ؛ مَوْضُوعٌ، كَمَا قَالَ ابْنُ دَحْيَةَ. **وَقَدْ وَضَعْتُ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ رِسَالَةً مُسْتَقِلَّةً.**[58]

ترجمہ: اور والدین نبی ﷺ کے زندہ کیے جانے والی حدیث "موضوع" ہے، جیسا کہ ابن دحیہ نے بیان کیا **اور میں نے بھی اس مسئلہ کی وضاحت ایک مستقل رسالہ میں پیش کی ہے۔**

اس میں واضح طور پر شیخ اپنی عدم ایمان والی تالیف کی تصریح اور ابن دحیہ کے موقف سے استشہاد کرتے ہوئے اثباتِ ایمان کی تردید کر رہے ہیں، پس اگر بالفرض انھوں نے "شرح الشفاء" میں رجوع کر ہی لیا تھا، تو پھر بھلا "شرح مسند ابی حنیفہ" اور "الاسرار المرفوعہ" میں بار بار کیوں اپنی عدم ایمان پر لکھی گئی تالیف اور موقف کا شدّ و مد سے ذکر کر رہے ہیں؟

نیز یہ کتاب "شرح الشفاء" کے بعد لکھی گئی، اس کی دلیل ہے کہ "الاسرار المرفوعہ" میں حضرت علی مرتضیٰ کے لیے "ردِّ شمس" والی حدیث بیان کی گئی، اور تفصیل کے لیے "شرح الشفاء" کی جانب مراجعت کا ذکر کیا گیا، پس "شرح الشفاء" میں یہ بحث (ج۱، ص۵۹۴) پر موجود ہے۔ اسی طرح "الاسرار المرفوعہ" میں دو جگہ (صفحہ ۲۸۹ اور ۴۴۱) پر "شرح عین العلم وزین الحلم" کی ابحاث کا بھی ذکر کیا گیا اور یہ کتاب بالاتفاق شیخ قاری کی آخری تالیف ہے؛ جسے رجب، سن:

58۔ قاری، "**الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة**" (المکتب الاسلامی، بیروت، طبع ثانی، سن ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ)، رقم ۱۶، ص۱۰۸۔

۱۰۱۴ھ میں مکمل کیا گیا- جبکہ شوال، سن ۱۰۱۴ھ میں آپ کی وفات ہوگئی- تو واضح ہے کہ "الاسرار المرفوعہ" کا زمانہ یقینی طور پر ۱۰۱۱ھ میں لکھی جانے والی "شرح الشفاء" کے بعد کا ہے۔

"شم العوارض" سے نقد

(د) شرح الشفاء کے زمانے میں ہی ملا علی قاری نے "شم العوارض في ذم الروافض" میں بھی اسی عدمِ ایمان والی گفتگو اور اپنی تالیف کے تذکرے کو برقرار رکھا ہے، چنانچہ وہ ایک مقام پر یوں لکھتے ہیں:

ذكر إمام الأكثر في الفقه الأكبر: أن النبي ﷺ مات على الإيمان **ووالده ماتا على الكفر**. وقد بيّنتُ المسألتين وأوضحتُ المقالتين المُشْكِلتَين في محلِّهما من الرّسالتَين المستقلّتَين، وذكرتُ فيهما وفي غيرهما من تأليفاتي من المرقاة شرح المشكاة ورسالة السالمة في حسن الخاتمة وضوء المعالي شرح بدء الأمالي وشرح الشفاء في حقوق المصطفى...إلخ.[59]

ترجمہ: اکثریت کے امام (ابو حنیفہ) نے "فقہ اکبر" **میں لکھا ہے کہ نبی ﷺ کا وصال ایمان پر ہوا، جبکہ آپ ﷺ کے والدین کا انتقال کفر پر ہوا۔ اور میں نے ان دونوں مسائل اور مشکل ترین مباحث کو اپنی دو مستقل تالیفات میں**

59- ملا علی قاری، شیخ، "**شم العوارض في ذم الروافض**" (مجموعہ رسائل ملا علی قاری، دار اللباب ترکیا، طبع اوّل: 2016ء)، 04/344، رسالہ: 73۔ و (طبع دار الاثریہ اردن، بتحقیق مشہور سلمان)، ص 51-52۔ یہ عبارت (طبع مرکز الفرقان قاہرہ، سن 2004ء، بتحقیق مجید خلف) میں موجود نہیں۔

بیان کر دیا ہے اور ان دو خاص تالیفات کے علاوہ اپنی دیگر تالیفات مثلاً: مرقاۃ شرح مشکاۃ، السالمۃ فی حسن الخاتمہ، ضوء المعالی شرح بدء الامالی اور شرح الشفاء فی حقوق المصطفیٰ ﷺ میں بھی انھیں بیان کیا ہے۔

یہ لیجئے! شیخ قاری نے اسی زمانے میں وضاحت کر دی، کہ "شرح الشفاء" کی تکمیل کے زمانے تک اُن کا ایمانِ والدین کے بارے میں کیا موقف رہا، نیز انھوں نے ایک دو جگہ نہیں، بلکہ متعدد کتب میں اسی موقف کو بیان کیا، اگر اَب بھی کوئی رجوعِ قاری کا افسانہ تسلیم کرنے پر آمادہ ہو، تو اُس کی اپنی مرضی اور حق سے روگردانی ہے۔

نیز مذکورہ کتاب "شم العوارض" کب لکھی گئی، تو اس کی صراحت خود ہمیں اسی کتاب کے ایک مقام سے یوں معلوم ہو جاتی، کہ جہاں انھوں نے لکھا:

وزمانُه كان في قرن (سنة) خمس مئةٍ، وأمّا اليومُ **فقد تجاوز عن الألف بضعةَ عشر**...إلخ.[60]

ترجمہ: اور اُن کا زمانہ پانچویں صدی تھا، جبکہ آج 1010ھ ہونے والے ہیں۔

اگرچہ "بضعةَ عشر" سے عام طور پر تین سے نو کی دہائی مراد ہوتی ہے، لیکن یہاں مراد 1010ھ کا جاری سال ہوگا، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مرقاۃ 1008ء میں مکمل ہو چکی، اور "شرح الشفاء" میں دونوں زیر بحث مسائل کے مقامات پہلی جلد کے ہیں، جو کہ لازمی طور پر اسی عرصے یعنی: 1010ھ میں لکھے گئے، جبکہ اس کی دوسری جلد 1011ھ میں مکمل ہوئی، تو لامحالہ اس سے پہلے کا سال یعنی: 1010ھ مراد ہوگا، علاوہ ازیں "ضوء المعالی" کے ذکر نے اس بات کی مزید تائید کر دی، کیونکہ یہ "شرح فقہ اکبر" کے بعد لکھی گئی، اور شرح فقہ اکبر کا تالیفی زمانہ

60- **ایضاً**- (دار اللباب ترکیا)، 04/385- (مرکز الفرقان)، ص 96، (دار الاثریہ)، ص 154۔

اندازے کے مطابق "مرقاۃ المفاتیح" 1008ھ کے بعد سے 1010ھ کے مابین بنتا ہے، چنانچہ متعین ہوا کہ شیخ قاری نے یہ بات 1010ھ کے زمانے میں لکھی تھی۔

"المقدمۃ السالمۃ" سے نقد

(ھ) گزشتہ میں شیخ قاری کی بیان کردہ کتب کے اقتباسات نقل ہوئے، جبکہ دیگر کچھ محولہ کتب کے آئندہ متعلقہ عناوین کے ضمن میں درج ہوں گے، البتہ 1010ھ سے پہلے لکھی جانے والی کتاب "المقدمة السالمة في خوف الخاتمة" پر چونکہ الگ سے گفتگو موزوں نہیں، لہٰذا اسی مقام پر اس کی عبارت ملاحظہ کی جائے، تاکہ موقف کا تسلسل مزید واضح ہو۔

كما قاله في **الفقه الأكبر** فتأمل وتدبر. **وقد ذكر فيه: ووالدا رسول الله ﷺ ماتا على الكفر** ورسول الله ﷺ مات على الإيمان. أمّا المسألة المتقدّمة، فقد كتبتُ فيها رسالةً مستقلّةً، وأما الأخيرة فتحيّرتُ عند شرحي عليه، حتى شرح الله صدري...إلخ.[61]

ترجمہ: جیسا کہ انھوں نے "فقہ اکبر" میں بیان کیا، پس اُس پر غور و تفکر کرنا چاہیے اور اسی میں انھوں نے بیان کیا **کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کفر پر فوت ہوئے** اور رسول اللہ ﷺ نے ایمان پر وصال کیا، چنانچہ پہلے مسئلے (یعنی: والدین کفر پر فوت ہوئے) پر میں نے ایک مستقل رسالہ (ادلۃ معتقد ابی حنیفہ) لکھا، جبکہ دوسرے مسئلے (یعنی: رسول اللہ ﷺ کا وصال ایمان پر ہوا) کے بارے میں

61۔ ملا علی قاری، شیخ، "**المقدمة السالمة في خوف الخاتمة**" (المکتب الاسلامی بیروت، بتحقیق مشہور سلمان، طبع اوّل 1989ء)، ص17-18۔ و (طبع دار الصحابہ طنطا، طبع اوّل 1992ء)، ص25۔ و (دار اللباب ترکیا)، 03/332، رسالہ:80۔

اُس کی شرح (یعنی: "شرح فقہ اکبر") لکھتے وقت تک میں پریشان رہا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شرح صدر عطاء کیا۔۔ الخ۔

اَب ناسخ و منسوخ اور مقدم و مؤخر کی جستجو اور اس کی بنیاد پر رجوعِ قاری کا مؤقف رکھنے والے اہل علم کی پیش کردہ تاویلات اِن اُمور کے ثابت ہو جانے پر کالعدم ٹھہرتی ہیں، کیونکہ یہ عبارات "شرح الشفاء" کی دونوں متدلّہ عبارات کے بعد واقع ہونے کی وجہ سے ماقبل کے لیے ناسخ اور مؤخر ہونے کی وجہ سے گزشتہ بحث کو کالعدم کر دینے والی ہیں، فتدبر۔

(۲) شیخ سیوطی کی ایمانِ والدین والی کتب کی جانب مراجعت کی ترغیب

قائلین رجوع اس اَمر سے یوں استدلال کرتے ہیں کہ شیخ نے نا صرف "شرح الشفاء" کے دونوں مقامات پر جمہور کا موقف ذکر کیا، بلکہ اس پر سیوطی کی تین تالیفات کے مطالعہ کی دعوت بھی دی، اس سے عیاں ہوتا ہے کہ شیخ قاری نے واقعی رجوع کر لیا تھا۔

لیکن فریق ہذا کا یہ استشہادی مقدمہ بھی پہلے کی مثل نا صرف کمزور ہے، بلکہ یہاں بھی قائلین اہل علم قلتِ مطالعہ یا پھر جوشِ اثبات میں مبتلا ہوئے، جس کی وجہ سے حقائق اُجاگر نہ ہو سکے، لہٰذا اگر ایمانِ والدین پر کتبِ سیوطی کے مطالعہ کرنے کی ترغیب کو ہی دلیل رجوع فرض کر لیا جائے، تو پھر مقالہ نگار یہ کہنے پر مجبور ہے کہ ایسوں کی مثال "حاطبِ لیل" کی ہے، چنانچہ آیئے "شرح الشفاء" سے بہت پہلے لکھی جانے والی مشہور کتاب "مرقاۃ المفاتیح" کا یہ تفصیلی اقتباس بھی بغور ملاحظہ کر لیجئے:

ثُمَّ الْجُمْهُورُ عَلَى أَنَّ وَالِدَيْهِ-صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- مَاتَا كَافِرَيْنِ، وَهَذَا الْحَدِيثُ أَصَحُّ مَا وَرَدَ فِي حَقِّهِمَا، وَأَمَّا قَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ: وَحَدِيثُ إِحْيَائِهِمَا حَتَّى آمَنَا بِهِ ثُمَّ تُوُفِّيَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ، وَمِمَّنْ صَحَّحَهُ الْإِمَامُ الْقُرْطُبِيُّ، وَالْحَافِظُ ابْنُ نَاصِرِ الدِّينِ، فَعَلَى تَقْدِيرِ صِحَّتِهِ لَا يَصْلُحُ أَنْ يَكُونَ مُعَارِضًا لِحَدِيثِ مُسْلِمٍ مَعَ أَنَّ الْحُفَّاظَ طَعَنُوا فِيهِ، وَمَنَعُوا جَوَازَهُ أَيْضًا، بِأَنَّ إِيمَانَ الْيَأْسِ غَيْرُ مَقْبُولٍ إِجْمَاعًا كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ، وَبِأَنَّ الْإِيمَانَ المطلُوبَ مِنَ المكَلَّفِ إِنَّمَا هُوَ الْإِيمَانُ الْغَيْبِيُّ، وَقَدْ قَالَ تَعَالَى: ﴿وَلَوْ رُدُّوا لَعَادُوا لِمَا نُهُوا عَنْهُ﴾ [الأنعام:28]، وَهَذَا الْحَدِيثُ الصَّحِيحُ صَرِيحٌ أَيْضًا فِي رَدِّ

مَا تَشَبَّثَ بِهِ بَعْضُهُمْ بِأَنَّهُمَا كَانَا مِنْ أَهْلِ الْفَتْرَةِ، وَلَا عَذَابَ عَلَيْهِمَا مَعَ اخْتِلَافٍ فِي الْمَسْأَلَةِ، **وَقَدْ صَنَّفَ السُّيُوطِيُّ رَسَائِلَ ثَلَاثَةً فِي نَجَاةِ وَالِدَيْهِ- صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- وَذَكَرَ الْأَدِلَّةَ مِنَ الْجَانِبَيْنِ، فَعَلَيْكَ بِهَا إِنْ أَرَدْتَ بَسْطَهَا.**[62]

ترجمہ: پھر جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ والدین نبی ﷺ کفر کی حالت میں فوت ہوئے۔ اور یہ حدیث اُن دونوں حضرات کے حق میں وادر ہونے والی احادیث میں زیادہ صحیح ہے، جبکہ ابن حجر کا قول: اُن دونوں کے زندہ ہو کر ایمان لانے والی حدیث "صحیح" ہے۔ اور اسے صحیح کہنے والوں میں امام قرطبی، حافظ ابن ناصر الدین شامل ہیں۔ لیکن بَر تقدیر صحت بھی یہ حدیث "صحیح مسلم" کی حدیث کے مقابل نہیں ہو سکتی، حالانکہ اس (احیاء والی حدیث) کی صحت کے بارے میں تو محدثین نے کلام بھی کیا، نیز انھوں نے تو اس کا جائز ہونا ہی ممنوع قرار دیا ہے، کیونکہ نااُمیدی کے وقت ایمان لانا تو اجماعی طور پر نامقبول ہے، جیسا کہ کتاب وسنت کی نصوص بھی اس پر دلالت کرتی ہیں، جبکہ مکلّف سے جو ایمان مطلوب ہے؛ وہ ایمان بالغیب ہے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "اگر انھیں دوبارہ لوٹا دیا جائے، تو بھی یہ وہی کریں گے، جس سے منع کیے گئے تھے"۔ نیز یہ صحیح حدیث ایسے بعض حضرات کے ردّ میں بھی صریح ہے؛ جو اس موقف سے چمٹے ہوئے ہیں کہ آپ ﷺ کے والدین اہل فترت میں سے تھے، اسی

62۔ قاری، "**مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح**"، (دار الکتب العلمیہ، طبع اول، ۲۰۰۱ء/ ۱۴۲۲ھ)، ج۴، ص۲۱۶، رقم ۱۷۶۳۔

لیے اُن پر عذاب بھی نہیں ہو گا، اگرچہ اس مسئلہ میں بھی اختلاف موجود ہے اور سیوطی نے والدین نبی ﷺ کی نجات پر تین رسائل تحریر کیے اور اس میں جانبین کے دلائل کو ذکر کیا ہے، پس اگر تفصیلات کے خواہاں ہو، تو اُن کی جانب مراجعت کرو۔

اس میں خط کشیدہ عبارت بغور مطالعہ فرمائیں، جس میں واضح طور پر سیوطی کے اثباتِ ایمان پر لکھے گئے تین رسائل کے مطالعہ کی ترغیب دی گئی، نیز ساتھ ہی عدم ایمان کے حوالے سے آپ کے ذاتی دلائل کی تصریحات بھی بیان ہوئی ہیں، پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ "مرقاۃ المفاتیح" یقینی طور پر دس ربیع الثانی، سن:۱۰۰۸ھ میں مکمل ہوئی تھی، جیسا کہ اختتام کتاب پر صراحت ہے، جبکہ "شرح الشفاء" سن:۱۰۱۱ھ کی تالیف ہے، اَب مستدلین کے مطابق شیخ قاری نے پہلی اور آخری مرتبہ صرف اور صرف "شرح الشفاء" میں ہی متعلقہ مقامات پر رجوع تحریر کیا تھا، لیکن مقدمہ بالا کے مطابق کتبِ سیوطی کی ترغیب تو وہ سن:۱۰۰۸ھ سے قبل لکھی گئی اپنی اس تالیف میں بھی بصراحت دے رہے ہیں؟

تو عیاں ہے کہ شیخ قاری کا کتبِ سیوطی کی ترغیب سے مطلوب پڑھنے والوں کو وسعت معلومات اور اَخذ نتائج کے لیے طرفین کے دلائل و مراجع کی تفصیلات مہیّا کرنا تھا، یہاں وہ رجوع کا قصّہ و قضیہ مراد نہیں، جسے مستدل حضرات بلا دلیل گمان کیے بیٹھے ہیں، فتدبر۔

معاصر عرب محقق: الشیخ مشہور حسن کی خطا

مذکورہ دقیق معاملہ کے فہم میں شیخ قاری کی عدم ایمان پر لکھی گئی کتاب کے محقق شیخ مشہور حسن سلمان؛ تلمیذ شیخ ناصر الدین البانی سے بھی خطا ہوئی، چنانچہ انھوں نے مقدمہ کتاب میں بیان کیا ہے:

> شیخ ملا علی قاری نے ابتدائی طور پر شیخ سیوطی کے متعلقہ رسائل پر تحقیقی و تدقیقی نگاہ نہیں کی تھی، اسی لیے مطالعہ کا مشورہ دیا، لیکن بعد ازاں جب علمی بالیدگی حاصل ہوئی، تو دلائلِ سیوطی کا ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کتاب ہذا تالیف کی۔[63]

لیکن ہمارے نزدیک محقق کا بیان حقائقِ علمیہ سے ناواقفیت کا غماز ہے، کیونکہ شیخ قاری نے دعوتِ مطالعہ تقابلی جائزہ کے لیے دی، جیسا کہ ابھی ہم نے وضاحت کر دی، اور دوسری بات یہ ہے کہ کتبِ سیوطی کے مطالعہ کی دعوت اور متعلقہ تالیف (ادلۃ معتقد ابی حنیفہ) کی تحریر دو الگ اَمر ہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق شیخ نے پہلے عدم ایمان پر اپنی کتاب تحریر کی، پھر کتب سیوطی کے مطالعہ کی دعوت دی، جبکہ محقق کے نزدیک پہلے دعوت دی، اور پھر علمی اِرتقاء کے سبب تالیف پیش کی۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ کتبِ سیوطی کے مطالعہ کی دعوت "شرح الشفاء" کے دونوں جعلی مقامات کے بجائے اس سے بہت سال قبل "مرقاۃ المفاتیح" کی چوتھی جلد میں دی گئی، جس کا اقتباس گزرا، جبکہ عدم ایمان پر اپنی تالیف کا ذکر دیگر سے قطع نظر اُسی کتاب کی جلد اوّل میں ہی بہ صراحت مذکور ہے:

63۔ قاری، "أدلة معتقد أبي حنيفة الأعظم في أبوي الرسول ﷺ"، (مکتبۃ الغرباء الاثریہ، مدینہ منورہ، طبع اول، ۱۹۹۳ء/۱۴۱۳ھ)، مقدمہ، ص ۴۰، ملخصًا۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ: وَالْحَقُّ أَيْضًا فِيمَنْ مَاتَ مِنْ أَهْلِ الْفَتْرَةِ أَنَّهُمْ لَيْسُوا فِي النَّارِ لِتِلْكَ الْآيَةِ. وَأَمَّا الْأَخْبَارُ الدَّالَّةُ عَلَى خِلَافِ ذَلِكَ كَخَبَرِ مُسْلِمٍ: «أَبِي وَأَبُوكَ فِي النَّارِ» مُؤَوَّلَةٌ، وَعَنْ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ؛ أَنَّهُمْ فِي النَّارِ. **وَقَدْ أَفْرَدْتُ فِي هَذِهِ الْمَسْأَلَةِ رِسَالَةً مُسْتَقِلَّةً.**(64)

ترجمہ: ابن حجر نے کہا: حق بات یہی ہے کہ اہل فترت دوزخ میں نہیں جائیں گے، جیسا کہ یہ آیت بیان کر رہی ہے اور رہی وہ احادیث؛ جو اس کے خلاف پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً: حدیثِ مسلم "میرا اور تیرا باپ دوزخ میں ہے" تو ایسی احادیث کی تاویل کی گئی، اور اکثر علماء کے نزدیک وہ لوگ دوزخ میں جائیں گے "**اور میں نے اس مسئلہ کی وضاحت میں ایک مستقل رسالہ بھی تالیف کیا ہے**"۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ "مرقاۃ المفاتیح" کی چوتھی جلد میں کتبِ سیوطی کے مطالعہ کی دعوت سے کم از کم کئی مہینوں قبل ہی شیخ قاری نے عدمِ ایمان پر اپنی کتاب تحریر کر لی تھی، لہٰذا یہاں نفس مسئلہ کے فہم میں محقق سے خطا ہوئی۔

64۔ قاری، "**مرقاۃ المفاتیح**"۔ ایضاً، ج۱، ص۲۹۰، رقم۱۱۱۔

(۳) جمہور متاخرین کے اثباتِ ایمان والے موقف کی تصحیح

استشہادی بحث کا تیسرا اہم مقدمہ یہ ہے کہ شیخ قاری نے "شرح الشفاء" میں جمہور کا موقف "اصح" قرار دیا، اسی لیے یہ بھی اُن کا رجوع کرنا ہے۔

پس اس اَمر کا آسان جواب تو یہ ہے کہ شیخ نے ایسا کہیں ذکر ہی نہیں کیا اور جہاں تک "شرح الشفاء" کی دونوں عبارات کا تعلق ہے، تو وہ شیخ کی نہیں، بلکہ انھیں بعد والوں نے شامل کیا، جیسا کہ گزشتہ میں ہم نے دلائل کے ساتھ واضح کر دیا ہے، لہٰذا یہ مقدمہ ہی دُرست نہیں۔

تاہم اگر فرض کر لیں کہ یہ آپ ہی کی عبارات ہیں، تب بھی قائلین رجوع کو مفید نہیں، کیونکہ اگر اُن دونوں محرّفہ عبارات کو ہی بغور ملاحظہ کریں، تو ان میں کہیں بھی ایسا لفظ نہیں، جس سے واضح ہو کہ شیخ قاری نے اپنے ذاتی موقف کی تردید ذکر کی ہے، نیز ہمارے نزدیک اگر یہ عبارات ثابت بھی ہوتیں، تب بھی اس کی توجیہ خود قاری کے دوسرے اقتباس سے ہو جاتی ہے، جس میں مسئلہ ہذا کی بابت خوف وفساد کا اندیشہ تھا، چنانچہ لکھتے ہیں:

وقد التمس منّي بعض الخلّان من أعيان الأخوان أن أكتب رسالةً موضّحةً لِـمَسئلةٍ؛ ذكرها الإمام الأعظم المعتبر (كذا) في آخر كتابه الفقه الأكبر الّذي مدار الإعتقاد للأكثر، وخالف فيها العلامة جلالُ الدين السيوطيّ وجمعٌ من أتباع الإمام الشافعيّ وقلّده بعض العلماء والفضلاء من أصحاب الإمامة الحنفيّ، فصرتُ مُتردِّداً بين القبول والنكول، فأقدم رِجلًا وأوخّر أُخرى؛ خوفاً من قيام فتنةٍ أُخرى، وحصول بليةٍ كُبرى، لكنّي توكلّتُ على ربيّ، فشرعتُ فيه قائلًا: هو نعم الوكيل وحسبي، فصنّفتُ معتمدًا

على ربّ العباد بالإعتماد للإعتقاد في أبويه صلّى الله عليه وسّلم والأجداد.[65]

ترجمہ: اور مجھ سے بعض قریبی دوستوں نے التماس کی، کہ میں اس مسئلہ کے بارے میں وضاحتی رسالہ لکھوں؛ جسے امام اعظم نے اپنی معتبر کتاب "فقہ اکبر" میں بیان کیا ہے کہ اس کتاب میں اکثر اعتقادیات کے مبادی مذکور ہیں۔ اس مسئلے میں علامہ جلال الدین سیوطی، شوافع کی ایک جماعت اور اَحناف کے بعض علماء وصاحبان علم نے مخالفت کر رکھی ہے، پس میں اس تحریر کے لکھنے نہ لکھنے کے بارے میں متردّد رہا، کبھی قدم اُٹھاتا اور کبھی قدم ہٹاتا، کیونکہ مجھے اس بارے میں نئے فتنے کا خوف اور عظیم مصائب کا اندیشہ تھا، لیکن پھر اپنے ربّ پر توکّل کرتے اور یہ کہتے ہوئے کام شروع کیا: "وہ کیا ہی اچھا کارساز ہے اور مجھے وہی کافی ہے۔" پس میں نے بندوں کے ربّ پر اعتماد کرتے ہوئے والدین نبی ﷺ اور دیگر اَجداد کے بارے میں عقیدہ کی وضاحت میں کتاب تالیف کی۔

مذکورہ اقتباس ہمیں جستجو کے باوجود ملا علی قاری کی کتب میں معلوم نہیں ہو سکا، نیز نعمانی نے بھی کسی واضح نام کے بغیر اتنا لکھ کر اقتباس نقل کر دیا: "وقال المولى علي القاري في رسالةٍ مفردةٍ في هذا الموضوع ما نصّه حرفيًّا"۔ چنانچہ گمان ہے کہ اس سے مراد کتاب "ادلۃ معتقد ابی حنیفہ" ہے، تاہم اس کی دونوں طبعات یعنی: دار اللباب ترکیا، 04/452، سن 2016ء (جو تین مخطوطات: مکتبہ سلیمانیہ، مکتبہ قیصری رشید آفندی، مدرسہ احمدیہ حلب کو سامنے رکھتے ہوئے

65۔ چشتی، عبد الحلیم نعمانی، "**البضاعة المزجاة لمن يطالع المرقاة**"، (مکتبہ امدادیہ ملتان)، ص۳۹۔

شیخ محمد طارق مغربیہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی)، اور مکتبۃ الغرباء الاثریہ، سن 1993ء (جو کہ نسخہ احمدیہ، حلب کے مخطوطے کو پیش نظر رکھتے ہوئے شیخ مشہور بن حسن کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی، جبکہ انھیں "مکتبہ سلفیہ، مکہ مکرمہ کی طبع 1353ھ" حاصل نہ ہو سکی)۔ پس ہم نے اُن کا کئی بار اجمالی مطالعہ کیا، تاہم ہمیں مذکورہ عبارت کسی جگہ معلوم نہ ہو سکی، خدا جانے کہ نعمانی نے اسے شیخ قاری کی کون سی کتاب سے نقل کیا! محقق اور ہمیں چونکہ ابھی تک مکتبہ سلفیہ کی طبع قدیم حاصل نہ ہو سکی، تو امکان ہے کہ شاید اس میں کسی طور پر یہ عبارت موجود ہو، واللہ اعلم۔ البتہ مکمل تو نہیں، لیکن اس اقتباس کے بعض حصّے کا مفہوم "ادلہ معتقد ابی حنیفہ الاعظم، ص 141-142" کے اخیر میں ابن کمال پاشا کے رسالے کی تردید میں ذکر ہوا ہے۔

خواب سے تمسک میں خطائے فاحش اور دُرست شخصیت کی تعیین

شیخ قاری کے رجوع کو ثابت کرنے کے لیے کئی کتب میں ایک خواب بھی ذکر کیا گیا، چنانچہ نفس مسئلہ کی عقدہ کشائی اور احقاقِ حق کے لیے ہم اس کے علمی واضطرابی معاملہ کو بھی واضح کر رہے ہیں۔

شیخ عبد العزیز پرہاروی قرشی (متوفی:1240ھ) "النبراس شرح العقائد" میں رقم طراز ہیں:

عارضه عليّ (بن) سلطان القاريّ برسالةٍ في إثبات كُفْرِهما، فرأى أستاذه ابن حجر المكّي في منامه؛ أنّ القاري سقط من سقف، فانكسرت رجله، فقيل: هذا جزاء إهانة والديّ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فوقع كما رأى.[66]

ترجمہ: علی بن سلطان قاری نے اس موقف کی مخالفت کرتے ہوئے اثباتِ کفر پر رسالہ تالیف کیا، **پس اُن کے استاد ابن حجر مکی نے خواب دیکھا** کہ قاری چھت سے گرے اور اُن کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ تو اُن سے کہا گیا: یہ والدینِ رسول ﷺ کی اہانت کرنے کی سزا ہے، چنانچہ بعد ازاں اسی طرح واقع بھی ہو گیا۔

یہ خواب غالباً بارہویں صدی ہجری سے پھیلایا گیا، اسی لیے اِس زمانے کی بعد کی اکثر متعلقہ کتابوں میں اُس کا تذکرہ کیا جاتا ہے، اگرچہ خواب ویسے بھی کوئی حجت و دلیل نہیں، لیکن قطع نظر اس اَمر شرعی کے اگر نفس عبارت کو ہی بغور دیکھیں، تو تضاد عیاں ہے، کیونکہ مندرجہ خواب کے مطابق "شیخ قاری کے اُستاد یعنی: شیخ ابن حجر مکی نے خواب دیکھا"۔

66۔ پرہاروی، عبد العزیز، علامہ، "**النبراس شرح العقائد**" (مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ)، ص۵۲۶۔

علامہ پرہاروی پر نقد

تو یہاں دو اُمور محتاجِ دلیل ہیں: ایک شیخ ابن حجر مکی کا یہ خواب دیکھنا۔ دوسرا شیخ قاری کا اپنے اُستاد کی حیات میں ہی عدم ایمان کی تالیف لکھنا، چنانچہ جب اِن اُمور کا تحقیقی جائزہ لیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں حقائق کے صریح خلاف ہیں، چہ جائے کہ ان سے کوئی نتیجہ اَخذ کیا جائے، کیونکہ شیخ ابن حجر مکی کا بالاتفاق (سن:974ھ) میں وصال ہوا، جبکہ شیخ قاری ہنوز تعلیمی مراحل سے گزر رہے تھے اور انھوں نے معلوم شواہد کے مطابق تالیفی میدان میں قدم ہی نہ رکھا تھا، تو پھر تالیف کے نتیجے میں خواب کا دیکھا جانا، بھلا کیونکر متصور ہو سکتا ہے؟

نیز شیخ کا معلوم تالیفی زمانہ، سن:۹۹۰ھ کے بعد سے شروع ہو کر وصال، سن:۱۰۱۴ھ پر ختم ہوتا ہے، تو اس بحث سے واضح ہوا کہ شیخ ابن حجر مکی کی جانب منسوب خواب حقائق کے ہی خلاف ہے اور یہ خواب اسی طرح بہت سی عربی واُردو کتب میں نقل دَر نقل چلا آرہا ہے، لیکن حیرانی ہے کہ کسی نے بھی اس واضح زمانی تضاد کی جانب توجہ کیوں نہیں کی؟

البتہ ہماری تحقیق کے مطابق یہ خواب دیکھنے والی شخصیت شیخ عبد القادر طبری شافعی ہیں، جو شیخ قاری کے تلمیذ بھی ہیں، اور انھوں نے ہی بعد ازاں اس مسئلہ میں اپنے شیخ کا تحریری و تقریری ردّ بھی کیا، بلکہ غالباً یہی وہ پہلے فرد ہیں؛ جنھوں نے شیخ کی حیات میں ہی تردید کی بنیاد ڈالی، پھر بعد والوں نے اس پر اضافے کیے، جس کی صراحت آئندہ اقتباس سے بھی ہو گی۔

الغرض خواب دیکھنے والی شخصیت کی دُرست تعیین کے بارے میں شیخ محمد بن عبد الرسول برزنجی مدنی (متوفی:1103ھ) لکھتے ہیں:

قال الإمام عبد القادر المذكور في آخر رسالته: ومن غريب الإتفاق أنّي تَصَدَّيْتُ لِلرَّدِّ عليه، وعَقَدْتُ مجالسَ درسٍ بالمسجد الحرام في

بعض ليالي شهر ربيع الأوّل للتكلُّم على أحكام المولِد الشَّريف، وصَرَّحْتُ بِالرَّدِّ في تلك المجالس؛ لأنْ يُظْهِر نفسه للمناظرة في الجمّ الغفير، رأيتُه في المنام؛ كأنّه ساكنٌ بالمحلّ المسمَّى: بِقَصْرِ الغَوْرِيِّ بباب إبراهيم، وكأنّي صَعَدْتُ إليه للتكلّم عليه في المسألة، فرأيتُ المحلّ على خلاف ما كنتُ أعهده في اليقظة، كأنّ دَرَجَهُ من حَدِيْدٍ، وكأنّ بُنيانه من مقاعدٍ ومجالس من حَديدٍ مُشبك على صفة مقام سيّدنا إبراهيم صلّى الله عليه وعلى نبيّنا وعلى سائر الأنبياء والمرسَلين، فَصِرْتُ أدخل في كلّ مقعدٍ لِأُفَتِّش عليه، فلم أَجِده فيه، إلى أن صَعَدْتُ إلى أعلى المحلّ فوجدتُه، كأنّي ضربتُه ودفعتُه بيدي، فإذا هو ساقطٌ من شاهقٍ، فاستيقظتُ، فأُخْبِرتُ في الصَّباح، بأنّه مُتَوَعِّك من سَقْطَةٍ وَقَعَتْ له، وما عاش بعد ذلك إلّا يسيرًا، ومات رحمه الله تعالى.[67]

ترجمہ: انہی امام عبد القادر نے اپنے رسالہ کے اخیر میں بیان کیا کہ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ جب میں نے اُن (شیخ قاری) کے ردّ کا عزم کیا، اور ربیع الاوّل کے مہینے کی بعض راتوں میں مولد شریف پر گفتگو کیلئے درس کی مجالس منعقد کی، تاکہ انھیں مجالس میں اُن کی تردیدی گفتگو بھی ہو جائے، نیز میں نے انہی

67- محمد بن عبد الرسول برزنجی، شیخ، "سَدَادُ الدِّيْن وسِدَادُ الدَّيْن في اثبات النَّجاة والدَّرجات للوالدين"، (دار الكتب العلمية، سن2006ء)، ص94-95۔

مجالس میں واضح کر دیا کہ وہ مجمع عام میں مناظرہ کے لیے خود کو پیش کریں، تو اسی اثناء میں خواب دیکھا کہ وہ (شیخ قاری) باب ابراہیم کے پاس قصر غوری میں سکونت پذیر ہیں، پس میں اُن کی جانب اس مسئلہ میں گفتگو کرنے کے لیے بڑھا، تو میں نے اُس جگہ (کی بناوٹ) کو بیداری کے خلاف پایا، گویا کہ وہاں لوہے کی سیڑھیاں / کمرے، دیواریں اور نشست گاہیں ہیں؛ جو کہ مقام سیّدنا ابراہیم - اللہ تعالیٰ اِن پر اور ہمارے نبی، نیز جملہ انبیاء و مرسلین پر دُرود و سلام نازل فرمائے - تک پھیلی ہوئی ہیں۔ پس میں وہاں انھیں ہر ایک جگہ تلاش کرنے لگا، لیکن وہ مجھے نہ ملے، پھر میں اُسی جگہ کی چھت پر چڑھ گیا، تو میں نے انھیں پالیا، پھر اچانک میں نے انھیں اپنے ہاتھوں سے دھکا دے مارا، تو وہ بلندی سے گر پڑے، پھر میں بیدار ہو گیا، تو صبح کے وقت مجھے خبر ملی، کہ وہ گرنے کی وجہ سے شدید زخمی ہو گئے ہیں، اور اس کے بعد انھوں نے کچھ عرصے ہی زندگی پائی، اور انتقال کر گئے، اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔

اسی طرح مخدوم ہاشم ٹھٹھوی (متوفی:1174ھ) کی "فتح القوی فی نسب النبی ﷺ" میں بھی مذکور ہے:

شیخ عبد القادر مذکور دَر آخر رسالہ خود گفتہ کہ **چون تالیف کرد علی قاری** رسالہ مذکورہ رَا دِیدم من دَر خواب، کہ من و اُو بالا بَر آمدہ ایم، بَر سطحی عالی، بقرب بابِ ابراہیم، پس دفع کردم من اُو رَا بدست خود، و اُو بیفتاد بَر زمین، پس چون بیدار شدم، خبر دادہ شد مَرا، دَر وقتِ صباح کہ بیفتاد علی قاری اَز بالای سطحی

ورسیدہ اَست ضرری اَزآن دَر اَعضاء اُو، پس زندہ نماند بعد اَزآن مگر ایامی قلیلہ، کہ وفات نمود۔[68]

ترجمہ: شیخ عبد القادر مذکور نے اپنے رسالہ کے اَخیر میں ذکر کیا ہے کہ جب علی قاری اس (عدم ایمان والے) رسالے کو لکھ چکے، تو میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں اور وہ "بابِ ابراہیم" کے قریب حرم میں موجود برآمدہ کی چھت پر کھڑے ہیں، پس میں نے انھیں وہاں سے نیچے دھکا دے دیا، جس سے وہ زمین پر آگرے، بعد اَزاں جب میں بیدار ہوا، تو مجھے خبر دی گئی کہ آج صبح ہی علی قاری چھت سے نیچے گر پڑے، جس کی وجہ سے اُن کے اعضائے جسمانی کو نقصان پہنچا۔ اس واقعے کے بعد وہ کچھ دن زندہ رہے اور پھر انتقال ہو گیا۔

خواب بذات خود باعثِ اضطراب

شیخ برزنجی اور مخدوم صاحب نے علامہ پرہاروی کے بَرخلاف شیخ عبد القادر طبری کی تعیین تو کر دی، لیکن مخدوم صاحب نے جب اُسی رسالے سے نقل کیا، تو زیب داستاں کے لیے خط کشیدہ اضافہ بیان کر دیا، جس سے عیاں ہے کہ عدم ایمان والی کتاب لکھے جانے کے بعد ہی یہ واقعہ ہوا، تاہم شیخ برزنجی نے بھی اُسی مقام سے عبارت نقل کی، لیکن انھوں نے مطلق عدمِ ایمان والے مسئلہ میں اپنے اختلاف کا ذکر کیا، اس میں سرے سے رسالہ لکھے جانے کے بعد اِس وقوعے کا کوئی تذکرہ ہی نہیں!

68۔ محمد ہاشم ٹھٹھوی، مخدوم، شیخ، "فتح القوي في نسب النبي ﷺ" فارسی، (مطبع فیض عثمانی، کراچی، طبع قدیم، ۱۳۰۳ھ)، ص ۱۹۳۔

مخدوم ہاشم ٹھٹھوی پر نقد

مخدوم صاحب کی عبارت سے وہ تضاد تو رفع ہوا، جو بیشتر علمی کتب میں صدیوں سے نقل ہو رہا تھا، چنانچہ زمانی تضاد سے خلاصی ہوئی، کہ ابن حجر مکی کے بجائے خواب دیکھنے والے شیخ عبد القادر طبری ہی ہیں، لیکن بایں ہمہ مقالہ نگار کے نزدیک اس مقام پر ابھی ایک اَمر مزید حل طلب ہے کہ مخدوم صاحب کی عبارت کے مطابق شیخ قاری نے تالیف مکمل کی، اور اسی اثنا میں شیخ طبری نے خواب دیکھا، پھر دوسری صبح ہی خواب کے مطابق واقع بھی ہو گیا، اور اس واقعے کے چند روز بعد ہی شیخ قاری کا وصال بھی ہو گیا۔

لیکن دریافت طلب اَمر یہ ہے کہ شیخ قاری نے عدم ایمان پر اپنا رسالہ تو "مرقاۃ المفاتیح" کے تالیف کیے جانے سے بھی سالوں پہلے لکھ لیا تھا، جس کی جلد اوّل اور جلد چہارم کے اقتباسات گزشتہ میں درج بھی کیے جا چکے، اُن اقتباسات میں واضح طور پر تالیف کا ذکر کیا گیا، نیز "مرقاۃ المفاتیح" تو ۱۰۰۸ھ میں مکمل ہوئی، اور شیخ کا وصال ۱۰۱۴ھ میں ہوا۔

پس خواب کے مطابق تو عدم ایمان والی تالیف کے بعد شیخ صرف کچھ ہی دن زندہ رہے، جبکہ حقائق و شواہد اور خود شیخ کی بیشتر تالیفات جو سن: ۱۰۰۸ھ کے بعد تالیف ہوئیں، وہ ببانگ دہل اعلان کرتی ہیں، کہ انھوں نے عدم ایمان والی تالیف کے بعد بھی بہت سی کتب مثلاً: "شرح الشفاء، شرح مسند ابی حنیفہ، الاسرار المرفوعہ، شرح عین العلم" تحریر کیں، اور کئی سالوں تک زندہ بھی رہے! تو ایسے میں بھلا خواب کی صداقت کیسے باقی رہتی ہے؟

الغرض مذکورہ عبارت کا حقائقِ صریحہ سے تضاد عیاں ہے، کیونکہ یقینی طور پر عدم ایمان والی تالیف ۱۰۰۸ھ سے بہت پہلے لکھی جا چکی تھی، جبکہ خواب کے مطابق یہ آخری تالیف شمار ہوتی ہے کہ اس کے مطابق تو انھیں چھت سے گرنے کے بعد موقعہ ہی نہ ملا، کہ کچھ تحریر کرتے، بلکہ وہ اسی زخمی حالت میں ہی انتقال کر گئے، جبکہ حقائق بتاتے ہیں کہ انھوں نے عدم

ایمان والا رسالہ لکھنے کے بعد بھی ہزاروں صفحات پر مشتمل وقیع کتب تالیف کیں، جن میں خود "شرح الشفاء" ہی ہزار صفحات سے متجاوز، جس سے قائلین کا جمع غفیر استدلال بھی کرتا رہا ہے۔

شیخ برزنجی پر نقد

انھوں نے دیگر کی طرح خواب میں تالیف کیے جانے کو سبب نہیں بتایا، تاہم انھوں نے جو عبارت لکھی، وہ البتہ قابلِ غور ہے، کیونکہ اُن کا بیانیہ: طبری نے رات میں خواب دیکھا، اور دوسری صبح حقیقۃً قاری کسی حادثے کی وجہ سے زخمی ہوگئے اور پھر اسی عالم میں علالت کے سبب انتقال ہوا، حالانکہ ہماری معلومات کے مطابق قاری کے وفات کے احوال میں ایسی بات کہیں معلوم نہیں ہوتی، کہ وہ کسی حادثے میں زخمی ہوئے ہوں، نیز اگر واقعی طبری کے خواب دیکھنے کے بعد حقیقت میں بھی وہی کیفیت ہوتی، تو خود طبری؛ جو کہ اُن کی تردید کے لیے مسجد الحرام میں حلقہ درس سجائے کمربستہ اور مناظرے کے لیے للکارنے میں مصروف تھے، وہ فخراً نہ بھی سہی، لیکن اپنی غیبی حمایت، تحدیث نعمت اور درسِ عبرت کے لیے تو حلقہ درس والوں میں بیان کر ہی دیتے اور یوں اہل علم تلامذہ و علماء میں اس کا شہرہ ہوتا، کیونکہ ملا علی قاری عالم اسلام کے لیے عموماً اور اہلیانِ مکہ کے لیے خصوصاً معتمد و مشہور علمی شخصیت تھے، نیز اُن کا عدمِ ایمان والدین پر موقف بھی کسی سے پوشیدہ نہ تھا، تو ایسے میں اُن کے موقف کے خلاف غیبی حمایت کا اثر خاصا شہرت پاتا، لیکن تعجب کہ یہ بات کسی اور جگہ مسطور و شنید نہیں ہوتی!

نیز شیخ قاری کی وفات کے بعد منظر نامہ یہ تھا کہ بقولِ محبی: جب آپ کی وفات کی خبر علمائے مصر تک پہنچی، تو انھوں نے جامع اَزہر میں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی، جس عظیم مجمع میں چار ہزار لوگ شریک ہوئے، (خلاصۃ الاثر، 03/186)۔

چونکہ تلاش و جستجو کے باوجود طبری کا اصل رسالہ ہنوز ہمیں دستیاب نہ ہو سکا، بلکہ اس کے مخطوط ہونے کی بھی کوئی معلومات میسّر نہیں، بایں وجہ حتمی طور پر اس بارے میں کچھ

کہنا ممکن نہیں، کہ اُن میں سے کونسی بات دُرست ہے اور طبری نے خود کس انداز میں خواب والی بات لکھی، کیونکہ مخدوم ٹھٹھوی، برزنجی اور پھر پرہاروی تینوں کے یہاں مضمون کے بیان میں یکسانیت نہیں، جبکہ بعض اُمور خلاف واقعہ بھی ہیں، اسی لیے ہم نے تمام کی عبارات نقل کر دی ہیں، تاہم دوسروں کی نسبت برزنجی کا بیان قدرے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قاری چونکہ عدم ایمان والے موقف پر قائم رہے اور یہ بات اُن کے معاصرین و تلامذہ بخوبی جانتے تھے، اسی لیے اس پر اُن کے مابین علمی اختلاف بھی رہا، اسی اثناء میں شیخ طبری نے شیخ قاری کی وفات کے قریب وہ خواب دیکھا ہوگا، تاہم خواب کا رسالہ لکھے جانے کے دورانیے اور اسی طرح وفاتِ قاری سے کوئی تعلق نہیں، یہ غالباً ناقلین کا خواب والی عبارت میں تصرف ہے۔

مقالہ نگار کے نزدیک مذکورہ تضاد آرائی سے واضح ہے کہ شاید یہ خواب نقل دَر نقل کی وجہ سے خلط ملط ہو کر رہ گیا، عین ممکن ہے کہ خواب دیکھا گیا ہو، لیکن اس کے نقل کی کیفیات میں واقع ہونے والے تصرفات واضافے نے حقیقی معاملہ مشتبہ کر ڈالا، یا پھر یہ خواب ہی تراشیدہ ہوگا، کیونکہ اس کا حقائق و شواہد کے خلاف ہونا بدیہی، اور پھر انطباق بھی کسی صورت ممکن نہیں چہ جائے کہ اس سے کسی طرح کا تمسک و استدلال کیا جائے، فافہم۔

اجتہادی مسائل پر مصائب وآلام اور سزائیں؟

اسی خواب کے ضمن میں ایک نکتے کی وضاحت بھی ضروری کہ جس طرح عدمِ ایمان پر شیخ قاری کو ہدفِ تنقید وموجبِ وعید بنایا گیا، وہ نا صرف شریعتِ مطہرہ سے ناواقفی، بلکہ اُصولِ ائمہ سے بھی ناشنائی کا بیّن ثبوت ہے، کیونکہ یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا ہے، جس پر ایمان وکفر کا مدار نہیں، چنانچہ اجتہادی مسائل کی یہی شان کہ اُس میں جانبین پر علمی کلام کرنے میں مواخذہ نہیں، پس جب ایمانِ والدین کا مسئلہ بھی اجتہادی اور قاری کا اقدام بھی علمی، تو اس پر عذاب ومصائب کا خود ساختہ ترتب وانتساب کرنا بھلا کس دلیل سے رَوا ہو؟ لہٰذا مقالہ نگار کے نزدیک شیخ فتح اللہ حموی: صاحب "فوائد الرحلۃ"، شیخ برزنجی: صاحب "سداد الدین"، شیخ محمود آلوسی: صاحب "روح المعانی" اور فقیہ مَرعشی وغیرہ کے ایسے کلمات جن میں مسئلہ ہذا پر لکھنے کے سبب علامہ قاری کے مصائب میں ابتلاء وتعذیب کا ذکر ہوا، تو وہ علمی اقدار کے بجائے جذباتی پہلو سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں، جن کا شرعی ضوابط اور علمی حقائق سے تعلق نہیں، کہ شیخ قاری نے وہی تحریر کیا؛ جو اُن کے نزدیک حق تھا، لہٰذا اجتہادی مسئلہ کا ایضاح کرتے ہوئے اگر بالفرض وہ ایک جانب چلے بھی گئے، تو اُس پر اپنی طرف سے عذاب وسزا کا تعلق کیونکر جوڑا جاسکتا ہے؟ بلکہ ایسے اُمور میں تو شرعًا بھی کسی کو اُخروی سزا طے کرنے کا کوئی اختیار نہیں، فتدبر۔

اگرچہ ہمارے نزدیک شیخ قاری کا عدمِ ایمان والے موقف پر مُصر رہنا، حتی کہ مستقل کتاب تک لکھ دینا؛ تو یہ اقدام نہ صرف خطا بلکہ سخت بے ادبی تھا، نیز متاخرین ائمہ کا اثباتِ ایمان والا موقف ہی مضبوط ومستحکم اور محبت نبوی سے مطابقت ومناسبت رکھتا ہے، لیکن بایں طور شیخ قاری کو اپنے خوابوں کی صورت کسی سزا کا مستحق ٹھہرانا زیادتی ہے، کیونکہ اجتہادی مسائل میں اتنا غلو شریعتِ مطہرہ کے بَر خلاف ہے اور شاید یہی وجہ تھی کہ بہت سے ائمہ نے ردّ کرنے کے

باوجود انھیں عند اللہ قابل معافی گردانا، نیز اُمید ہے کہ اُن کی یہ خطا وبے ادبی بارگاہِ نبوی اور ابوین کریمین میں بھی اسلام کی دیگر علمی خدماتِ کے سبب قابلِ مؤاخذہ نہ ہوگی، ان شاء اللہ

کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ عدمِ ایمان والدین کے مسئلہ میں ملا علی قاری تنہا نہیں، بلکہ اُن سے قبل بھی محدثین وعلماء اس کے قائل رہے ہیں، حتی کہ انھوں نے اپنی کتب کے ابواب "زيارة قبر المشرك/ الإستغفار للمشركين من نهي أو إباحة" وغیرہ سے باندھ کر اس کے ضمن میں نبی ﷺ کی ابواء میں اپنی والدہ کی قبر پر جانے والی حدیث درج کر رکھی ہے، (مثلاً: سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، شرح مشکل الآثار)، تو ایسے میں کیا اُن محدثین کے لیے بھی ہم کوئی اُخروی سزا تجویز کریں گے؟ کیونکہ اگر شیخ قاری نے عدمِ ایمان پر تحریر لکھی، تو یہ جرم اُن سے پہلے کے ایک دو نہیں، متعدد علماء ومحدثین بھی کر چکے، بس اتنا فرق ہے کہ شیخ قاری نے مستقل کتاب لکھ ڈالی، جبکہ پہلوں نے جُزوی تحریرات! اگر یہ جُرم ہے، تو پھر سب کا جُرم یکساں ہے۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ شیخ قاری کی گردن پر بعد کے علماء نے جذباتیت میں اتنا سخت ہاتھ رکھا، کہ بعض اوقات عبارات دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے، لیکن بعینہ ویسا ہی تحریری اقدام کرنے والے مثلاً: امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام طحاوی اور امام بیہقی وغیرہم بھی تو ہیں، لیکن یہ تمام ہی شیخ قاری کو مسئلہ ایمانِ والدین میں رگڑنے والے اِن بعد کے علماء کے یہاں امام کہلائے جاتے ہیں، اور اُن پر کوئی کیوں لب کشائی نہیں کرتا؟ آخر یہ دُہرا معیار بھلا کیسے تسلیم کیا جائے!

فقیر ومحتاجِ رحمتِ قدیر: ڈاکٹر اعجاز بشیر "ایمانِ والدین" کے معاملے میں بحمد اللہ شرح صدر کے ساتھ "اثبات ونجات بلکہ فیض ونسبت" کا قائل ہے، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں، کہ گزشتہ جن علماء ومحدثین نے خطاءً ہی سہی؛ تاہم اس کے بَر خلاف موقف رکھا، اُن کے لیے لب کشائی کرتے ہوئے ملامت کرے، کہ میرے نزدیک اُن علماء سے روایات کو سمجھنے اور

مسئلہ کے بارے میں کامل تحقیق واستیعاب میں خطا ہو گئی، تاہم بہر صورت اُن میں سے کسی ایک فرد کے لیے بھی یہ سوئے ظن نہیں، کہ انھوں نے معاذ اللہ عناداً ایسا اقدام کیا ہو گا۔

یہ علمی تحقیقات کا میدان ہے، اس میں حق وصواب اور خطا وغفلت کا وُقوع بشری تقاضے ہیں، جن سے کوئی فردِ علمی محفوظ نہیں، چہ جائے کہ معصوم قرار دیا جائے، لہٰذا مسئلہ کی حساسیت اپنی جگہ مسلّم، تاہم اُن علماء کے علمی خلوص میں ذرّہ بھر تامل نہیں، ہاں اس قدر ضرور ہے کہ اُن کے یہاں کلمات کی شدت قلوبِ ایماں کو مجروح کر دینے والی ہے، پس اے کاش! کہ وہ کلمات کا انتخاب کرتے وقت مزید محتاط رہتے، تو بہتر ہوتا، تاہم اعمالِ بشر نوشتہ تقدیر لکھ چکا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں رحمت وہدایت کے طفیل صراط مستقیم پر محبت نبوی کی چاشنی کے ساتھ رواں رکھے اور اسی پر خاتمہ بالخیر فرمائے، نیز تادم زندگی ایسے اعمال وکلمات سے محفوظ رکھے، جس سے ادنیٰ درجے میں بھی بارگاہِ خداوندی اور جنابِ مصطفوی کا تقدس پامال ہونے کا اندیشہ ہو، آمین۔

خلاصہ تحقیق

حاصل بحث یہ ہے کہ شیخ قاری کے نزدیک آپ ﷺ کے والدین کریمین کا ایمان ثابت نہیں، اسی لیے انھوں نے نہ صرف مستقل تالیف میں اپنے موقف کی تفصیلات بیان کیں، بلکہ اپنی متعدد مقدم ومؤخر تحریرات میں بھی اسی بیانیہ کو ذکر کرتے رہے، نیز وہ تمام عمر معلوم شواہد کی روشنی میں اِسی "عدم ایمان والدین" کے موقف پر قائم رہے، لہٰذا انھوں نے کسی بھی مقام پر اپنے موقف سے رجوع نہیں کیا۔

البتہ بارہویں صدی کے بعد کسی زمانے میں بعض علمی سرقہ بازوں نے "شرح الشفاء" کی عبارات میں تحریف کرتے ہوئے رُجوع کے مشابہ کلمات جڑ دیئے اور پھر مطبوعات کے کچھ نسخوں میں بھی یہی کلمات نقل ہوتے رہے، جس کے سبب چند علمائے متاخرین کو گمان ہوا کہ شاید شیخ قاری نے رُجوع کر لیا تھا۔

لیکن محتاجِ رحمت الٰہی کے مقالہ ہذا میں درج علمی دلائل وحقائق کی روشنی میں یہ اَمر ثابت ہو چکا کہ "شرح الشفاء" کی وہ دونوں عبارات ہی جعلی ومحرّفہ ہیں، جن سے عدم توجہی کی بناء پر آج تک علمائے عرب وعجم "رُجوعِ قاری" پر تمسک کرتے چلے آئے ہیں، تاہم وُضوحِ حق کے بعد نفس مسئلہ پر تین صدیوں سے پڑا غبار صاف ہوا۔ وللہ الحمد

ہم نے یہاں فقط رُجوعِ قاری کے حوالے سے اُمور کا جائزہ لیا، لیکن شیخ قاری کو اصل مغالطہ چونکہ "فقہ اکبر" کی عدمِ ایمان والی عبارت "ماتا علی الکفر" سے لاحق ہوا، جس کی بنیاد پر انھوں نے اتنا سنگین قدم اٹھایا، لہٰذا ہم "فقہ اکبر" کی اُس متنازع عبارت کی تحقیق وتجزیہ میں کوشاں ہیں، اور اس کے لیے قریباً ایک صد سے زائد مخطوطات وشروح کا تجزیہ کرتے ہوئے

اصل بات کو آشکار کرنے کی کوشش کریں گے، تاکہ خصوصًا علمائے اَحناف کے یہاں رائج اِس "تیرہ سو سالہ سنگین" غلط فہمی کا بھی اِزالہ وخاتمہ ہو سکے۔

ہمارے نزدیک حجت فقط اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے فرامین ہیں، اِن کے علاوہ ہم کسی بھی شخصیت سے بصد احترام علمی اختلاف کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے، اور پھر جب بات **"والدین کریمین وشریفین رضی اللہ عنہما"** کی ہو؛ جن سے ہماری ایمانی و قلبی وابستگی فطری ہے، تو ایسے میں "فقہ اکبر" تو کیا، بالفرض اِن سے بھی بالا کسی کتاب و شخصیت کا قول سامنے آئے، حتیٰ کہ اگر بالفرض مقتدائے اَنام اور فقیہ اُمت محمدی **"سیّدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت** رحمۃ اللہ علیہ" بھی حیات ہوتے اور بغیر کسی واسطے کے فقیر سے عدمِ ایمان والا موقف بیان کرتے، تب بھی اُن کے علمی وروحانی فیضان سے مستفید ہونے اور اُن کی بے بہا عظمتوں کے سامنے دَریُوزَہ گری کرنے والا یہ بندہ! اُن سے عرض کرتا:

> "کہ بلاشبہ آپ کے مراتب علمیہ بلند وبالا، لیکن اس نازک مسئلہ میں آپ کا ہر گز موقف قبول نہیں، کہ جب یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے نہیں، بلکہ اجتہادی ٹھہرا، تو فقیر بے توقیر اس مسئلہ میں آپ کے خلاف ہو کر "ایمانِ والدین نبی ﷺ" کا موقف اپناتا ہے، کہ بالفرض یہ موقف بروزِ قیامت دُرست ثابت نہ بھی ہوا، تو کم اَز کم فقیر اپنے ناقص اجتہاد و رائے کے نتیجہ کے باوجود "ادبِ ومحبت نبوی" کی صفوں میں شمار کیا جائے"۔

اگرچہ ہمارے نزدیک امام اعظم سے عدمِ ایمان والدین والی "فقہ اکبر" کی بات "ماتا علی الکفر"، بلکہ خود "فقہ اکبر" بھی تحقیقی لحاظ سے ثابت نہیں، چہ جائے کہ ہم قدوۃ الانام کو عدمِ ایمان والدین والی ایسی جراءت کی بات سے منسوب کریں، لیکن چونکہ متاخر علمائے احناف

میں یہ قول آپ کے حوالے سے ہی مشہور، تو اسی وجہ سے ہم نے انتہائی درجے کو فرض کرتے ہوئے بات کہہ دی، کہ جب کوئی شخص براہِ راست اپنا موقف بیان کر دے، تو اُس کے بعد علمی وسائط کی تحقیق کی حاجت نہیں رہتی، لہٰذا:

اوّلاً: مقتدائے اَنام، سیّدنا ابو حنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ اس موقف سے بَری ہیں۔

ثانیاً: اگر بالفرض یہ موقف واقعی آپ کا ثابت ہو جائے، تب بھی ہم اس مسئلہ کو ماننے میں مکلّف و مجبور نہیں، بلکہ اس معاملے میں علمی اختلاف کر سکتے ہیں، اور یہ بات کسی طرح بھی علم وادب، بلکہ خود مزاجِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بھی خلاف نہیں۔ وللہ الحمد

سفارشات

01۔ شیخ قاری کے موقف پر اُن سمیت تلامذہ اور معاصرین کے متعلقہ مواد کا تجزیہ کرتے ہوئے اثرات و نتائج کی تفصیلات کا جائزہ لیا جائے، تاکہ زیر بحث غلط فہمی کی مبادیات مزید واضح و منقّح ہو سکیں۔

02۔ شیخ قاری کے موقف پر جتنے حوالہ جات و دلائل مہیّا کیے گئے؛ انھیں اصل مصادر کے عکسی جائزے کے ساتھ بھی تفصیلاً مرتب کیا جائے، تاکہ اہل علم اُنھیں بچشم خود ملاحظہ کریں، نیز علمی سرقہ کے نظائر اہل علم کے لیے مزید تحقیقی پہلوؤں پر کام کی راہ ہموار کریں۔

03۔ ایمانِ والدین کے بارے میں اقوالِ علماء کی تحقیقات کا صدی بہ صدی جائزہ و دلائل کا غیر جانبدارانہ تجزیہ بھی اہمیت کا حامل ہے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ اس معاملے میں علمی دلائل کا اُسلوب کس طور پر فروغ پذیر رہا، اور مآلِ آخر شیخ قاری کے قریبی زمانے میں کن وُجوہ کی بنیاد پر مستقل تحریر کی ضرورت محسوس ہوئی۔

04۔ مسئلہ ہذا کے مخالفین کی لکھی گئی کتب کی تحقیقی فہرست بھی مرتب کرنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اثباتِ ایمان پر مبنی فہرستِ کتب کئی پہلوؤں سے مختلف کتب میں موجود ہے، اگرچہ مقالہ نگار نے اپنے ایم-فل کے مقالہ میں اس کی بھی خاصی وقیع و جامع فہرست پیش کر دی، تاہم اُس میں اضافہ، نیز کتاب کے مندرجات کے ساتھ تجزیہ و تبصرہ شامل کیا جانا، ہنوز مفصّل تحقیق کا منتظر ہے۔

فہرس مصادر و مراجع

- احمد محمد خیر الخطیب، شیخ، "**حاشية الباجوري المسمى: تحفة المريد على جوهرة التوحيد**"، ناشر: دار تحقیق الکتاب، لبنان، س ن۔
- پرہاروی، عبد العزیز، علامہ، "**النِّبراس شرحُ شرحِ العقائد**"، ناشر: مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان۔
- چشتی، عبد الحلیم نعمانی، علامہ "**البضاعة المزجاة لمن يطالع المرقاة**"، ناشر: مکتبہ امدادیہ ملتان، پاکستان۔
- حیدر آبادی، حسن الزماں محمد بن قاسم، علامہ، "**القول المستحسن فی فخر الحسن**"، ناشر: مطبع عزیز دکن، ہند، سن: 1312ھ۔
- رشید احمد العلوی، مفتی، "**فقہ اکبر وابسط**"، ناشر: جمعیہ پبلی کیشنز لاہور، سن: 1430ھ۔
- سخاوی، محمد بن عبد الرحمن، شیخ، "**المقاصد الحسنة**"، ناشر: دار الکتب العلمیہ، طبع اوّل، ۱۳۹۹ھ / ۱۹۷۹ء۔
- صومالی، احمد عمر، شیخ، "**أقوال الأئمة المعتمدة**"، غیر مطبوعہ، نسخہ انٹرنیٹ PDF۔
- قاوقجی، ابو المحاسن محمد بن خلیل طرابلسی، شیخ، "**اللُّؤلُؤ المَرصُوع فيما لا أصل له أو بأصله موضوع**"، ناشر: دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، طبع اوّل: 1415ھ۔
- قوتلای، خلیل ابراہیم، شیخ "**الإمام علي القاري وأثره في الحديث الشريف**"، ناشر: جامعہ اُمّ القری، مکہ مکرمہ، سن: 1405ھ۔ جلد ثانی۔
- مالکی، محمد بن علوی حسنی، شیخ، "**الذخائر المحمدية**"، ناشر: دار جوامع الکلم، قاہرہ، س ن۔
- محمد ہاشم ٹھٹھوی، مخدوم، "**فتح القويّ في نسب النبيّ ﷺ**" فارسی، ناشر: مطبع فیض عثمانی، کراچی، طبع قدیم، ۱۳۰۳ھ۔
- محمد بن عبد الرسول برزنجی مدنی، شیخ، "**سَدَادُ الدِّيْن وسِدَادُ الدَّيْن في اثبات النَّجاة والدَّرجات للوالدين**"، ناشر: دار الکتب العلمیہ، سن 2006ء۔
- مطرفی، مساعد بن مجیول، شیخ، "**ملا علي القاري وآراؤه الإعتقادية في الإلهيات**"۔ مقالۃ الماجستر- جامعہ اُمّ القری، مکہ مکرمہ، ۲۰۰۲ء / ۱۴۲۳ھ۔

- مُلّا علی قاری، شیخ، "أدلة معتقد أبي حنيفة الأعظم في أبويّ الرّسول ﷺ"، ناشر: مکتبۃ الغرباء الاثریہ، مدینہ منورہ، طبع اوّل، ۱۹۹۳ء/۱۴۱۳ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "الأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة"، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت، طبع ثانی، سن ۱۹۷۱ء/۱۳۹۱ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء للقاري على هامش نسيم الرياض"، ناشر: المطبعۃ الازہریہ المصریہ، قاہرہ، سن ۱۳۲۷ھ۔ ومصورۃ دار الکتاب العربی بیروت۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، ناشر: المطبعۃ العامرۃ، استانبول، ترکیا، طبع قدیم، ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۲ء۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، ناشر: المطبعۃ العثمانیہ، استانبول، ترکیا، جمادی الاول، سن ۱۳۱۶ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، ناشر: دار التفسیر، جدّہ، سن: ۲۰۱۴ء/۱۴۳۵ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، ناشر: دار الکتب العلمیہ، طبع قدیم، عکسی ایڈیشن، س ن۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، ناشر: دار الکتب العلمیہ، طبع جدید، طبع اوّل، سن ۲۰۰۱ء/۱۴۲۱ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، ناشر: مطبعہ سندہ، طبع اولمنشدر، ۱۳۰۹ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: مشی گن یونیورسٹی، امریکہ، مخزونہ: برٹش میوزیم، لندن، رقم ۲۴، عکسی، اوراق: ۷۹۵۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: مکتبہ لالہ جی، خزانہ سلیمانیہ استانبول، سن 1122ھ، عکسی، اوراق: 438۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، مخطوط: ولی الدین آفندی، ترکیا، سن کتابت: رمضان 1143ھ، کاتب: الحاج احمد، عکسی، اوراق: 434۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: پیرس، سن کتابت: 1148ھ، عکسی، اوراق: 498۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: آیاصوفیا- ترکیا، کتابت: 15 جمادی الآخر، 1151ھ، عکسی، اوراق: 717۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، مخطوط: ولی الدین آفندی، وقف: 1175ھ، کتابت: 1158ھ، کاتب: مصطفیٰ بن محمد، عکسی۔ جلد اوّل: 577، جلد ثانی: 405۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: ترکیا، سن کتابت: 1167ھ، رقم 276، عکسی، اوراق: 685۔

- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: آیاصوفیا- ترکیا، کتابت: 1185ھ- عکسی، اوراق: 250۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: راغب پاشا، ترکیا، سن کتابت: 1194ھ، رقم 277، عکسی، اوراق: 549۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: آیاصوفیا- ترکیا، کتابت: 1210ھ- عکسی، اوراق: 428۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: دار الکتب القطریہ، قطر، رقم ۹۴۶، عکسی، اوراق: 425۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"، مخطوط: مکتبۃ الحرم المکی، رقم 2656، خزانۃ سلطان عبد المجید خان، عکسی، اوراق: 241۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: کتب خانہ غازی خسرو بوسنہ، ترکیا، عکسی، اوراق: 828۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: مکتبہ لالہ جی، خزانہ مکتبہ سلیمانیہ استانبول، عکسی۔ جلد اوّل: اوراق: 371۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: قیصری راشد آفندی، ترکیا، عکسی، اوراق: 536ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: آیاصوفیا- ترکیا، عکسی، اوراق: 495۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الشفاء"- مخطوط: موقع شكبة الألوكة، مؤرخہ: 15 اکتوبر، 2018ء) عکسی۔ (https://www.alukah.net/library/0/115824)
- ایضًا۔۔۔، "المقدمة السالمة في خوف الخاتمة"، ناشر: المکتب الاسلامی بیروت، بتحقیق مشہور سلمان، طبع اوّل: سن: 1989ء)۔ دار الصحابہ طنطا، طبع اوّل: سن 1992ء۔ ودار اللباب ترکیا، طبع اوّل: سن 2016ء، رسالہ: 80۔
- ایضًا۔۔۔، "شمّ العوارض في ذم الروافض" (مجموعہ رسائل ملا علی قاری)، ناشر: دار اللباب ترکیا، طبع اوّل: سن 2016ء، رسالہ: 73۔ وطبع دار الاثریہ، اردن، بتحقیق مشہور سلمان۔ وطبع مرکز الفرقان قاہرہ، سن 2004ء، بتحقیق الدکتور مجید خلف۔
- ایضًا۔۔۔، "مِرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح"، ناشر: دار الکتب العلمیہ، طبع اوّل، ۲۰۰۱ء/۱۴۲۲ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح الفقه الأكبر"، ناشر: مکتبۃ المدینہ کراچی، سن 1435ھ۔
- ایضًا۔۔۔، "شرح مسند أبي حنيفة"، ناشر: دار الکتب العلمیہ، طبع اول، سن ۱۹۸۵ء/۱۴۰۵ھ۔
- وہبی سلیمان غاوجی، شیخ، "شرح الفقه الأكبر ومعه التعليق الميسّر"، ناشر: دار البشائر الاسلامیہ، بیروت/ دمشق، طبع اوّل: 1998ء۔